قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ (آل عمران: 74)

روزنامہ

الفضل

لندن

مدیر: ابو سعید

Online Edition

ہفتہ 18/فروری 2023ء | 26/رجب 1444 ہجری قمری | 18/ تبلیغ 1402 ہجری شمسی | جلد:5 | شمارہ:42

ارشاد باری تعالیٰ

اَلَّذِیۡنَ یُنۡفِقُوۡنَ فِی السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالۡکٰظِمِیۡنَ الۡغَیۡظَ وَالۡعَافِیۡنَ عَنِ النَّاسِ ؕ وَاللّٰہُ یُحِبُّ الۡمُحۡسِنِیۡنَ ﴿۱۳۵﴾ۚ

ترجمہ: (یعنی) وہ لوگ جو آسائش میں بھی خرچ کرتے ہیں اور تنگی میں بھی اور غصہ دبا جانے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے ہیں اور اللہ احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

(آل عمران: 135)

فرمانِ رسولؐ

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کی راہ میں خرچ سے مال کم نہیں ہوتا اور اللہ تعالیٰ کا بندہ جتنا کسی کو معاف کرتا ہے اللہ تعالیٰ اتنا ہی زیادہ اسے عزت میں بڑھاتا ہے۔ جتنی زیادہ کوئی تواضع اور خاکساری اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اتنا ہی اسے بلند مرتبہ عطا کرتا ہے۔

(مسلم کتاب البر والصلۃ باب استحباب العفو والتواضع)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

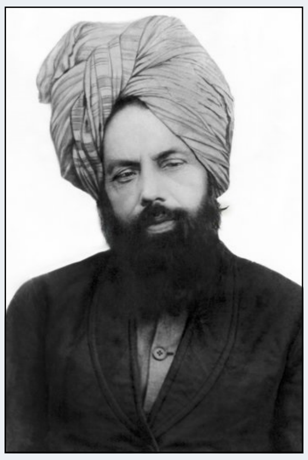

ہر احمدی اخلاق حسنہ کا اعلیٰ نمونہ ہو

اس جماعت کو تیار کرنے سے غرض یہی ہے کہ زبان، کان، آنکھ اور ہر ایک عضو میں تقویٰ سرایت کر جاوے، تقویٰ کا نور اس کے اندر اور باہر ہو، اخلاق حسنہ کا اعلیٰ نمونہ ہو اور بے جا غصہ اور غضب وغیرہ بالکل نہ ہو میں نے دیکھا ہے کہ جماعت کے اکثر لوگوں میں غصے کا نقص اب تک موجود ہے۔ تھوڑی تھوڑی سی بات پر کینہ اور بغض پیدا ہو جاتا ہے اور آپس میں لڑ جھگڑ پڑتے ہیں ایسے لوگوں کا جماعت میں سے کچھ حصہ نہیں ہوتا اور میں نہیں سمجھ سکتا کہ اس میں کیا دقت پیش آتی ہے کہ اگر کوئی گالی دے تو دوسرا چپ کر رہے اور اس کا جواب نہ دے۔ ہر ایک جماعت کی اصلاح اول اخلاق سے شروع ہوا کرتی ہے۔ (یعنی جماعت کے ممبران کی اصلاح ان کے اخلاق سے شروع ہوتی ہے) چاہیے کہ ابتداء میں صبر سے تربیت میں ترقی کرے اور سب سے عمدہ ترکیب یہ ہے کہ اگر کوئی بدگوئی کرے اس کے لئے درد دل سے دعا کرے۔ کہ اللہ تعالیٰ اس کی اصلاح کر دیوے اور دل میں کینہ کو ہرگز نہ بڑھاوے جیسے دنیا کے قانون ہیں ویسے ہی خدا کا بھی قانون ہے، جب دنیا اپنے قانون کو نہیں چھوڑتی تو اللہ تعالیٰ اپنے قانون کو کیسے چھوڑے۔ پس جب تک تبدیلی نہیں ہو گی تب تک تمہاری قدر اس کے نزدیک کچھ نہیں، خدا تعالیٰ ہرگز پسند نہیں کرتا کہ حلم اور صبر اور عفو جو کہ عمدہ صفات ہیں ان کی جگہ درندگی ہو۔ اگر تم ان صفات حسنہ میں ترقی کرو گے تو بہت جلد خدا تک پہنچ جاؤ گے۔ لیکن افسوس ہے کہ جماعت کا ایک حصہ ابھی تک ان اخلاق میں کمزور ہے ان باتوں سے صرف شماتت اعداء ہی نہیں ہے بلکہ ایسے لوگ خود بھی قرب کے مقام سے گرائے جاتے ہیں۔ یہ سچ ہے کہ سب انسان ایک مزاج کے نہیں ہوتے اسی لئے قرآن شریف میں آیا ہے کُلٌّ یَّعۡمَلُ عَلٰی شَاکِلَتِہٖ (بنی اسرائیل: 85)۔ بعض آدمی کسی قسم کے اخلاق میں اگر عمدہ ہیں تو دوسری قسم میں کمزور، اگر ایک خلق کا رنگ اچھا ہے تو دوسرے کا برا، لیکن تاہم اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اصلاح ناممکن ہے۔

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 99-100)

فرمانِ خلیفۂ وقت

عدم برداشت کے ماحول میں ایک احمدی کی ذمہ داریاں

معاشرے میں جب برائیوں کا احساس مٹ جائے تو ایسے معاشرے میں رہنے والا ہر شخص کچھ نہ کچھ متاثر ضرور ہوتا ہے اور اپنے نفس کے بارے میں، اپنے حقوق کے بارے میں زیادہ حساس ہوتا ہے اور دوسرے کی غلطی کو ذرا بھی معاف نہیں کرنا چاہتا، چنانچہ دیکھ لیں، آج کل کے معاشرے میں کسی سے ذرا سی غلطی سرزد ہو جائے تو ایک ہنگامہ برپا ہو جاتا ہے چاہے اپنے کسی قریبی عزیز سے ہی ہو اور بعض لوگ کبھی بھی اس کو معاف کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے اور اسی وجہ سے پھر خاوند بیوی کے جھگڑے، بہن بھائیوں کے جھگڑے، ہمسایوں کے جھگڑے، کاروبار میں حصہ داروں کے جھگڑے، زمینداروں کے جھگڑے ہوتے ہیں حتیٰ کہ بعض دفعہ راہ چلتے نہ جان نہ پہچان ذرا سی بات پہ جھگڑا شروع ہو جاتا ہے۔ مثلاً ایک راہ گیر کا کندھا کسی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے ٹکرا گیا، کسی پر پاؤں پڑ گیا تو فوراً دوسرا آنکھیں سرخ کر کے کوئی نہ کوئی سخت بات اس سے کہہ دیتا ہے پھر دوسرا بھی کیونکہ اسی معاشرے کی پیداوار ہے، اس میں بھی برداشت نہیں ہے، وہ بھی اسی طرح کے الفاظ الٹا کے اس کو جواب دیتا ہے اور بعض دفعہ پھر بات بڑھتے بڑھتے سر پھٹول اور خون خرابہ شروع ہو جاتا ہے۔ پھر بچے کھیلتے کھیلتے لڑ پڑیں تو بڑے بھی بلاوجہ بیچ میں کود پڑتے ہیں اور پھر وہ حشر ایک دوسرے کا ہو رہا ہوتا ہے کہ اللہ کی پناہ اور اس معاشرے کی بے صبری اور معاف نہ کرنے کا اثر غیر محسوس طریق پر بچوں پر بھی ہوتا ہے، گزشتہ دنوں کسی کالم نویس نے ایک کالم میں لکھا تھا کہ ایک باپ نے یعنی اس کے دوست نے اپنے ہتھیار صرف اس لئے بیچ دیئے کہ محلے میں بچوں کی لڑائی میں اس کا دس گیارہ سال کا بچہ اپنے ہم عمر سے لڑائی کر رہا تھا کچھ لوگوں نے بیچ بچاؤ کروا دیا۔ اس کے بعد وہ بچہ گھر آیا اور اپنے باپ کا ریوالور یا کوئی ہتھیار لے کے اپنے دوسرے ہم عمر کو قتل کرنے کے لئے باہر نکلا۔ اس نے لکھا ہے کہ شکر ہے پستول نہیں چلا، جان بچ گئی۔ لیکن یہ ماحول اور لوگوں کے رویے معاشرے پر اثر انداز ہو رہے ہیں اور معاشرے کی یہ کیفیت ہے اس وقت کہ بالکل برداشت نہیں معاف کرنے کی بالکل عادت نہیں۔

(خطبہ جمعہ 20/ فروری 2004ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

اس شمارہ میں

- جہانِ تیرہ میں لے کے مشعل ابھر رہے ہیں ہم عاجزی سے (منظوم)
- معروف فیصلے کی اطاعت کا مطلب
- دلچسپ و مفید واقعات و حکایات
- یوم مصلح موعودؓ منانے کے اغراض و مقاصد
- وہ دل کا حلیم ہو گا

دربارِ خلافت

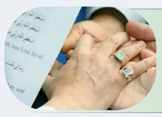

ہم خلیفۂ وقت کے لیے کیا دعا کریں؟

حضور انور ایدہ اللہ کے حالیہ دورۂ امریکہ 2022ء میں واقفین نو کی کلاس میں ایک واقف نو نے سوال کیا:

سوال: جب ہم حضور انور یا خلیفۂ وقت کیلئے دعا کرتے ہیں تو حضور کیا پسند فرمائیں گے کہ ہم کیا دعا کریں؟

حضور انور ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے فرمایا: ''آپ کو یہ دعا کرنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ خلیفۂ وقت کو اس کے فرائض کی ادئیگی میں نصرت فرمائے اور اللہ تعالیٰ نے جن ذمہ داریوں کا بوجھ خلیفۂ وقت کے کندھوں پر ڈالا ہے وہ پوری طرح سے ادا ہوں۔ اللہ تعالیٰ اسے قوت دے۔ اللہ تعالیٰ اسے صحت دے تا کہ وہ اسلام اور احمدیت کی خاطر صحیح طرح سے خدمت کر سکے اور خلیفۂ وقت کے ذہن میں جو بھی منصوبے ہوں وہ اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت سے کم وقت میں اور بہترین طریق پر مکمل ہوں اور اللہ تعالیٰ اسے مددگار بھی عطا کرے یعنی سلطانِ نصیر تا کہ مددگاروں کی ایک ٹیم خلیفۂ وقت کی مدد کر سکے اور اللہ تعالیٰ ہمیں بھی خلیفۂ وقت کے سلطان نصیر میں شامل کرے تا کہ وقف نو کی حیثیت سے ہم خلیفۂ وقت کی، اس کے منصوبوں، خواہشوں اور تدابیر کی تکمیل میں مدد کرتے ہوئے اپنے فرائض کی ادئیگی کر سکیں۔''

(الفضل آن لائن 9/ دسمبر 2022ء)

حوالہ دینے کا درست طریق

دوست احباب و خواتین، الفضل آن لائن کے لیے مضامین، آرٹیکلز بھجواتے ہوئے حوالہ لکھتے وقت درج ذیل امور مد نظر رکھا کریں۔

1. قرآنی آیت کا حوالہ قرآنی آیت کے ساتھ ہو نہ کہ ترجمہ کے ساتھ اور حوالہ یوں دیں۔ (البقرہ:286)
2. اسی طرح حدیث کا حوالہ بھی عربی حصہ کے ساتھ ہو نہ کہ ترجمہ کے ساتھ اور حوالہ میں punctuation سے اجتناب برتا جائے۔
3. روحانی خزائن یا انوار العلوم کا حوالہ دیتے وقت کتاب کے نام کے بعد Comma لگا کر حوالہ مکمل کریں جیسے (کشتی نوح، روحانی خزائن جلد؟ صفحہ؟)

بعض دوست کشتی نوح کا صفحہ الگ سے لکھ کر پھر روحانی خزائن کا بھی صفحہ لکھتے ہیں جو محض ایک تکلف ہے۔ جلد اور صفحہ کے بعد نمبر کا لفظ نہ لکھا جائے اور جلد اور صفحہ کا لفظ پورا لکھا کریں نہ کہ جلد کے لئے ج اور صفحہ کے لئے ص۔

4. حوالہ دیتے وقت یہ امر بھی مدنظر رہے کہ جو سرورق کے اوپر نام کتاب، نام مصنف اور جلد وغیرہ لکھی ہو اسی کو ہی نقل کریں۔ بعض لوگ کسی بزرگ مصنف کو عزت دینے کی خاطر اس کے نام کے ساتھ صاحب یا مکرم بھی لگا دیتے ہیں جو مناسب نہیں۔ اگر جلدوں کی گنتی 4,3,2,1 میں کی گئی ہو تو حوالہ میں بھی یہی گنتی درج کرنی چاہیے نہ کہ اوّل، دوم، سوم اور چہارم۔
5. بعض لوگ کتب کے ساتھ بھی ایسا ہی سلوک کرتے ہیں مثلاً سیرت مسیح موعودؑ کا حوالہ دیتے وقت بعض لوگ ساتھ حضرت بھی لگا دیتے ہیں۔ بعض علیہ السلام لکھ دیتے ہیں جو مناسب نہیں۔
6. بعض لوگ حوالہ درج کرتے ہر لفظ اور ہر فگر کے بعد punctuation کا استعمال کرتے ہیں جو مناسب نہیں۔
7. الفضل آن لائن کے لئے حوالہ لکھتے وقت تمام فگرز انگریزی کے استعمال کریں۔
8. حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے ایک بار حوالہ دینے کے اصول بتاتے ہوئے فرمایا تھا کہ سن اشاعت اور مطبع خانہ کا بھی ذکر ہونا چاہیے۔
9. اگر کوئی مضمون کسی اور اخبار کے علاوہ الفضل آن لائن میں بھی طبع شدہ ہے تو الفضل آن لائن کے لئے حوالہ دیتے وقت الفضل آن لائن کا حوالہ دینا زیادہ مناسب ہے۔

(ابو سعید۔ ایڈیٹر الفضل آن لائن)

جہانِ تیرہ میں لے کے مشعل ابھر رہے ہیں ہم عاجزی سے

جہانِ تیرہ میں لے کے مشعل ابھر رہے ہیں ہم عاجزی سے
تم اپنی پھونکوں سے نورِ حق یوں بجھا سکو گے نہ دشمنی سے

ہمارے رستے ہیں نورِ منزل، تمہاری فطرت عناد ہر پل
ہمیں محبت ہے راستی سے، تمہیں عداوت ہے اک نبی سے

لہو سے اپنے نکھار دیں گے، ہر ایک گل کو بہار دیں گے
کہ ہم محافظ ہیں اس چمن کے، ہمیں محبت ہے ہر کلی سے

خدا کی رہ میں یہ جان دینا، یہ مال و عزت، یہ آن دینا
ہماری فطرت میں ڈھل چکا ہے، یہ ہم نے سیکھا ہے کمسنی سے

اُسی کی خاطر بقا ہماری، اُسی کے در پر فنا ہماری
حیات کے بھی، ممات کے بھی، یہ سلسلے ہیں فقط اُسی سے

جفائیں دل سے نکال دینا، وفائیں دل میں سنبھال لینا
ہنر نہیں ہے، یہ اک کرامت ہے، جو کہ ملتی ہے اُس ولی سے

یہ کون ہیں جن کے لب پہ کلیاں چٹک رہی ہیں صلیب پر بھی
عدو پکارے کہ لگ رہے ہیں یہ لوگ چہروں سے احمدی سے

سبھی رسولوں کو جانچ لو تم، سبھی کتابیں پرکھ کے دیکھو
مسیح ومہدی کی وہ ہی باتیں، وہی نقوشِ محمدی سے

کبھی کرشنا، کبھی ہیں عیسٰی، وہی مسیحا نوشتوں والے
کبھی مسیح محمدی ہیں، کبھی وہ لگتے ہیں موسوی سے

محبتوں کا علم اٹھاؤ، ہر ایک نفرت کو یوں مٹاؤ
کہ نور کر دو جہانِ تیرہ کے شب گزیدوں کو دوستی سے

ضیاء اللہ مبشر

اداریہ

معروف فیصلے کی اطاعت کا مطلب

ذیلی تنظیموں کے عہدوں میں معروف لفظ کی تشریح و فلسفہ

از حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

آج آخری بات جس کی طرف میں توجہ دلانی چاہتا ہوں وہ اطاعت ہے۔قرآن کریم میں بے شمار جگہ پر اللہ اور رسول کی اطاعت کا حکم آیا ہے اور پھر اولی الامر کی اطاعت کا بھی حکم ہے۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام نے اپنی شرط بیعت میں بھی اطاعت کے بارے میں شرط رکھی ہے، شرائط بیعت میں شرط رکھی ہے کہ اطاعت درمعروف کے اقرار پر مرتے دم تک قائم رہیں گے۔

(ماخوذ از ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 564)

ہمارے، مختلف تنظیموں کے جو عہد ہیں ان عہدوں میں یہ الفاظ ہیں کہ خلیفہ ٔوقت جو بھی معروف فیصلہ کریں گے اس کی پابندی کرنی ضروری سمجھوں گا۔بعض ٹیڑھے مزاج کے لوگ یا منافقانہ سوچ رکھنے والے لوگ یہ کہتے رہتے ہیں کہ معروف فیصلہ پر عہد ہے اور بعض یہ کہتے ہیں کہ خلیفہ وقت کے بعض فیصلے معروف نہیں ہوتے یا بعض ان کی نظر میں معروف نہیں ہیں۔ یہ تاویلیں پیش کر دیتے ہیں، دنیا میں مختلف جگہوں پر یہ سوچ ہے۔ بیشک اگر ایک دو ہی ہوں، شاید لاکھ میں سے ایک ہو لیکن اس سوچ کا ردّ ضروری ہے کیونکہ نوجوان نسل کو پھر یہ سوچ زہر آلود کرتی ہے۔ اگر اس طرح پر کوئی خود معروف فیصلے کی تشریح کرنے لگ جائے تو پھر جماعت کی وحدت قائم نہیں رہ سکتی۔ پھر اس بات پر بحث شروع ہو جائے گی کہ کیا معروف ہے اور کیا غیر معروف ہے۔حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے ایک جگہ فرمایا کہ:

’’ایک اور غلطی ہے وہ اطاعت درمعروف کے سمجھنے میں ہے کہ معروف فیصلے کی اطاعت کرنا۔فرمایا کہ جن کاموں کو ہم معروف نہیں سمجھتے اس میں اطاعت نہ کریں گے۔‘‘ آپؓ فرماتے ہیں کہ ’’یہ لفظ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی آیا ہے اور قرآن کریم میں آتا ہے کہ ’’وَلَا يَعۡصِيۡنَكَ فِىۡ مَعۡرُوۡفٍ‘‘اور معروف باتوں میں تیری نافرمانی نہیں کریں گے۔ آپؓ فرماتے ہیں کہ ’’اب کیا ایسے لوگوں نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عیوب کی بھی کوئی فہرست بنالی ہے۔‘‘

(حقائق الفرقان جلد 4 صفحہ 75-76 زیر آیت الممتحنہ 13: زیر لا یعصینك فی معروف)

کہ کون سی بات آپ صحیح کہیں گے اور کون سی غلط کہیں گے۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام امر بالمعروف کی تفسیر میں یہ فرماتے ہیں کہ:

’’یہ نبی ان باتوں کے لئے حکم دیتا ہے جو خلاف عقل نہیں ہیں۔‘‘

(براہین احمدیہ حصہ پنجم،روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 420)

یعنی معروف باتیں وہ ہیں جو خلاف عقل نہیں ہیں اور وہ قرآن کریم کے حکموں کے مطابق بھی ہیں۔ پھر ایک حدیث میں واقعہ آیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جگہ ایک قافلہ بھیجا۔ وہاں پہنچ کر ایک جگہ لوگوں نے آگ جلائی تو جو امیر قافلہ تھا اس نے ازراہ مذاق کہہ دیا کہ اگر میں تمہیں اس آگ میں کودنے کا حکم دوں تو کود جاؤ گے؟ بعض لوگوں نے کہا بالکل غلط چیز ہے، یہ تو خودکشی ہے۔بعض نے کہا امیر کی اطاعت ضروری ہے۔ لیکن بہرحال بعد میں اس نے کہا میں مذاق کر رہا تھا۔معاملہ ختم ہوگیا۔ مدینہ واپس پہنچے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ واقعہ بتایا تو آپؐ نے فرمایا کہ امراء میں سے جو شخص تمہیں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا حکم دے اس کی اطاعت نہ کرو۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الجہاد باب فی الطاعۃ حدیث 2625)

یہ معروف کی تفصیل ہے کہ جو اللہ کا حکم ہے اس کے خلاف اگر حکم ہے تو وہ معروف نہیں ہے۔ لیکن جو اللہ اور اس کے رسول کے احکامات ہیں، ان کے مطابق حکم ہے تو وہ معروف ہے اور پس یہ واضح ہوگیا کہ طاعت درمعروف یا معروف فیصلہ جس کی پابندی ضروری ہے وہ اللہ تعالیٰ کے احکامات ہیں اور پھر اس کے رسول کے احکامات ہیں۔ پس جب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق حقیقی خلافت قائم ہے اور یہ ان شاء اللہ قائم رہنی ہے تو یہ خلافت جو ہے کبھی بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے حکموں کے خلاف فیصلہ نہیں کرے گی، جو قرآن اور سنت ہے اس کے مطابق ہی چلے گی۔

یہ الفاظ طاعت درمعروف یا معروف فیصلہ کی اطاعت کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں استعمال کئے جیسا کہ بیان ہوا۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام نے بھی اپنی شرائط بیعت میں اس کو رکھا ہے اور خلافت احمدیہ میں بھی ہر عہد میں یہ شامل کیا گیا ہے۔ اس کا مطلب واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کو جاری کرنا اور جماعت کو اس کی تلقین کرنا اور ہر شخص جو اپنے آپ کو جماعت کا حصہ سمجھتا ہے اس کا یہ فرض ہے کہ اس عہد کی پابندی کرتے ہوئے خلیفہ ٔوقت کی جو جماعت سے متعلق ہدایات ہیں ان پر عمل کرے۔حضرت مصلح موعودؓ نے بھی یہی فرمایا ہے کہ یہ کبھی نہیں ہوسکتا، اگر کبھی کوئی غلط ہدایت ہو گی بھی تو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خلافت کی حفاظت کرنی ہے اس لئے اس کے نتائج اللہ تعالیٰ کبھی برے نہیں ہونے دے گا اور ایسے حالات پیدا کر دے گا کہ اس کے بہتر نتائج پیدا ہوں۔

(ماخوذ از تفسیر کبیر جلد 6 صفحہ 376-377 زیر آیت النور:56)

اس لئے معروف فیصلہ کی تشریح کرنا کسی شخص کا کام نہیں ہے معروف فیصلہ وہ ہے جو قرآن کے مطابق ہے اور سنت کے مطابق ہے اور حدیث کے مطابق ہے اور اس زمانے کے حکم عدل کے احکامات کے مطابق ہے اور یہی وہ ذریعہ ہے جس سے جماعت کی وحدت قائم رہ سکتی ہے اور یہی وہ مقصد ہے جس کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مبعوث ہوئے تھے کہ وحدت پیدا کی جائے اور مخلصین اور اطاعت گزار لوگوں کی ایک جماعت پیدا ہو۔ ورنہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے واضح فرمایا ہے کہ مجھے تعداد بڑھانے سے کوئی غرض نہیں ہے کہ ایسے لوگوں کی تعداد بڑھاتا رہوں، جو میرے ساتھ شامل ہوتے رہیں لیکن اطاعت کرنا نہ جانتے ہوں۔ آپؑ نے فرمایا کہ اگر میری طرف منسوب ہونے والوں اور میری بیعت میں آنے والوں کی اصلاح نہیں ہوتی اور وہ اللہ اور اس کے رسول کی تعلیم کے مطابق اپنی زندگیاں نہیں گزارتے تو ایسی بیعت بے فائدہ ہے۔

(ماخوذ از مواہب الرحمٰن، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 276)
(ماخوذ از ملفوظات جلد 6 صفحہ 142، ملفوظات جلد 10 صفحہ 334)

پس ہمارے احمدی ہونے کا فائدہ تبھی ہے جب ہم اس حقیقت کو سمجھ کر اس پر عمل کرنے کی کوشش کریں۔ اپنی تمام تر صلاحیت کے ساتھ کوشش کریں۔حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ:

’’اطاعت کوئی چھوٹی سی بات نہیں اور سہل امر نہیں۔‘‘ یہ کوئی اتنا آسان کام نہیں ہے یہ بھی ایک موت ہوتی ہے...

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 74 حاشیہ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

’’جو شخص پورے طور پر اطاعت نہیں کرتا وہ اس سلسلہ کو بدنام کرتا ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 74 ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

آپؑ فرماتے ہیں کہ:

’’میں نے بارہا اپنی جماعت کو کہا ہے کہ تم نِرے اس بیعت پر ہی بھروسہ نہ کرنا اس کی حقیقت تک جب تک نہ پہنچو گے‘‘، یعنی بیعت کی حقیقت تک ’’تب تک نجات نہیں‘‘

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 232-233 ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اسلام کی حقیقی تعلیم کو سمجھتے ہوئے اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام کی بیعت میں آنے کے حق کو ادا کرنے والے ہم ہوں اور ہمیشہ خلافت سے مکمل اطاعت کے ساتھ وابستہ رہیں اور خلیفہ وقت کے تمام معروف فیصلوں پر سچے دل کے ساتھ اور کامل اطاعت کے ساتھ عمل کرنے والے ہوں۔ اللہ تعالیٰ سب کو اس کی توفیق دے۔

(خطبہ جمعہ 2؍ نومبر 2018ء)

(ابوسعید)

دعا کا تحفہ

حصولِ صالحیّت کی دُعا

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو نہایت خوبصورت شکل میں دیکھا۔آپؐ فرماتے ہیں مجھے میرے ربّ نے یہ دُعا پڑھنے کا ارشاد فرمایا:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَسۡاَلُكَ فِعۡلَ الۡخَیۡرَاتِ وَتَرۡكَ الۡمُنۡكَرَاتِ وَحُبَّ الۡمَسَاکِیۡنِ وَاِذَا اَرَدۡتَّ بِعِبَادِكَ فِتۡنَۃً فَاقۡبِضۡنِیۡ اِلَیۡكَ غَیۡرَ مَفۡتُوۡن

(ترمذی کتاب الدعوات)

ترجمہ:اے اللہ!مَیں تجھ سے نیک کاموں کے کرنے اور بُرے کاموں کے چھوڑنے کی توفیق چاہتا ہوں اور مساکین کی محبت مجھے عطا کر اور جب تو بعض لوگوں کو فتنہ پہنچانا چاہے تو بغیر فتنہ میں ڈالے میری روح قبض کرلے۔

(مناجات رسولؐ از خزینۃ الدعا مرتبہ علامہ ایچ ایم طارق ایڈیشن 2014ء صفحہ 133)

مرسلہ:عائشہ چوہدری۔ جرمنی

محمد انور شہزاد

دلچسپ و مفید واقعات و حکایات

بیان فرمودہ

حضرت مصلح موعودؓ

قسط 16

شکر ہے دھرم بھرشٹ نہیں ہوا

ایک صاحب کی بیوی مجھ سے ملنے کے لئے آئیں، گھر والوں نے مجھے بتایا کہ ایک عورت آئی ہے اور وہ ہمارے خاندان کو خوب جانتی ہے، وہ کہتی ہے کہ میں آپ سے ملنا چاہتی ہوں، وہ فلاں کی لڑکی ہے اور فلاں سے بیاہی ہوئی ہے۔ میں نے کہا اُس کے باپ کو تو میں جانتا ہوں، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا صحابی تھا، مگر جس شخص کے ساتھ اس کی شادی بتائی جاتی ہے وہ تو غیر احمدی ہے، یہ بات کیا ہے؟

بہرحال میں نے اُسے بلایا اور کہا، نیک بخت! تو یہاں کہاں؟ تیرا باپ تو صحابی تھا اور تُو ایک غیر احمدی سے بیاہی ہوئی ہے۔

اُس نے کہا اِنہوں نے میرے باپ کو کہا تھا کہ میں احمدی ہو جاؤں گا اِس وقت میری غیرت برداشت نہیں کرتی کہ لوگ مجھے یہ کہیں کہ میں نے ایک لڑکی کی وجہ سے احمدیت قبول کی ہے۔ اس پر میرے باپ نے رشتہ دے دیا مگر پھر یہ احمدی نہیں ہوئے۔ میں نے کہا کیا یہاں کی جماعت کے لوگوں کو اس بات کا علم نہیں؟ اُس نے کہا سب کو پتہ ہے مگر کسی نے مرکز کو یہ حالات بتائے نہیں۔

تھوڑے دنوں کے بعد ہی اُس کا خاوند مجھ سے ملنے کے لئے آ گیا اور اُس نے ایک ایسی بات کہی جس سے مجھے ایک پرانے برہمن کی کہاوت یاد آ گئی۔

کہتے ہیں ایک برہمن نے کسی چمارن سے شادی کر لی، ماں باپ کو برا لگا کہ ہمارے لڑکے کا دھرم بھرشٹ ہو گیا ہے اور اُنہوں نے اپنے لڑکے کا بائیکاٹ کر دیا، مگر ماں باپ آخر ماں باپ ہوتے ہیں، وہ رات دن بے چین رہتے کہ ہمارے لڑکے کو کیا ہو گیا ہے۔

آخر ایک دن اُنہوں نے یہ معلوم کرنا چاہا کہ آیا واقع میں ہمارا لڑکا دین سے نکل گیا ہے یا ابھی اُس کے دل میں کچھ ایمان باقی ہے۔ اُنہوں نے لڑکے کا وہ گلاس جس میں وہ پانی پیا کرتا تھا اُس چمارن کے ہاں سے منگوا لیا اور پھر اپنے لڑکے کو گھر بلا کر اُسے اچار سے روٹی کھلا دی۔

اچار کھانے کے بعد اُسے خوب پیاس لگی مگر چونکہ وہ اُسے اپنے گلاس میں پانی نہیں دے سکتے تھے، اُنہوں نے کہا جاؤ اور اپنے گھر سے جا کر پانی پیو، وہ گھر گیا اور بیوی سے کہنے لگا کہ پیاس سے میرا برا حال ہے جلدی کرو اور پانی لاؤ۔ وہ اُٹھی اور گلاس تلاش کرنے لگی مگر وہاں گلاس کہاں تھا، وہ تو اُس کے ماں باپ لے آئے تھے۔ اس نے خاوند سے کہا کہ گلاس تو ملتا نہیں آپ کہیں تو میں اپنے گلاس میں پانی لے آؤں؟ اُس نے کہا نہیں میں تمہارے گلاس میں پانی پینے کے لئے تیار نہیں۔

غرض وہ پیاس کی شدت سے تڑپتا چلا گیا اور اُس کی کیفیت خراب سے خراب تر ہونے لگی۔ جب وہ موت کے بالکل قریب پہنچ گیا تو اپنی بیوی سے کہنے لگا، نیک بخت! اپنے منہ میں پانی بھر کے میرے منہ میں آ کر کُلّی کر دے چنانچہ اُس نے ایسا ہی کیا، اپنے منہ میں پانی ڈالا اور پھر اُس کے منہ میں آ کر کُلّی کر دی۔

اُس کے ماں باپ بھی چُھپ کر یہ نظارہ دیکھ رہے تھے، جب اُنہوں نے اپنے بیٹے کا یہ نمونہ دیکھا تو وہ خوشی سے دَوڑتے ہوئے آئے اور اپنے لڑکے کو دُعائیں دیتے ہوئے کہنے لگے، شکر ہے ہمارے بیٹے کا دھرم بھرشٹ نہیں ہوا۔

وہ چمارن سے شادی کر چکا تھا، اُس سے محبت اور پیار کرتا تھا مگر اُس کے برتن میں پانی پینے کے لئے تیار نہیں تھا۔

اِسی قسم کی بات اُس کے خاوند نے کی کہنے لگا احمدی لڑکیاں بڑی کٹر ہوتی ہیں، میں اپنی بیوی سے کہتا ہوں کہ میرے ساتھ نماز پڑھ تو وہ نماز پڑھنے کے لئے تیار نہیں ہوتی۔

یہ بھی ویسی ہی بات ہے شادی ہو چکی ہے، بچے جن رہی ہے مگر نمازیں الگ الگ پڑھی جاتی ہیں تا کہ ایمان میں کوئی نقص واقع نہ ہو۔

یہ صورت جو قلوب کی نظر آتی ہے اس کی اصلاح اُس وقت تک نہیں ہو سکتی جب تک جماعت میں یہ احساس پیدا نہ ہو کہ جب بھی کسی مقام پر کوئی ایسا واقعہ ہو افرادِ جماعت کا فرض ہے کہ وہ فوراً مرکز کو صحیح حالات سے باخبر کریں تا کہ مناسب کارروائی کے بعد ان واقعات کی روک تھام کی جا سکے۔

(خطبات شوریٰ جلد 3 صفحہ 416-417)

اپنے ہی نام درخواست اور خود ہی منظور کر لی

مجھے یاد ہے ایک دفعہ گورداسپور میں ایک نیم پاگل انگریز ڈپٹی کمشنر آ گیا وہ بعد میں گورداسپور سے محض اس لئے تبدیل کیا گیا کہ میرے ساتھ لڑ پڑا تھا اور وزیر ہند مسٹر مانٹیگو نے اپنی ڈائری میں لکھا تھا یہ پہلی سزا ہے جو ایک ہندوستانی سے لڑائی کرنے کی وجہ سے ایک انگریز کو دی گئی اور اُسے ڈی گریڈ کیا گیا۔

وہ نیم پاگل سا تھا۔ ایک دن سیشن جج کے ہاں اُس کی دعوت تھی وہ وہاں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک لاری آئی جس پر پٹرول رکھا ہوا تھا۔ سیشن جج نے وہ پٹرول اُتروا کر اپنی کوٹھی میں رکھوا لیا۔ اُن دنوں قانون کے مطابق وہ لائسنس کے بغیر کچھ پٹرول تو رکھ سکتا تھا مگر اُس کا پٹرول زیادہ تھا اور پھر یہ پٹرول لائسنس والی جگہ میں ہی رکھا جا سکتا تھا کسی دوسری جگہ نہیں۔ جب پٹرول آیا تو وہ ڈپٹی کمشنر ہنستے ہوئے کہنے لگا آپ نے اس کا لائسنس لیا ہے؟ وہ کہنے لگا میں نے تو نہیں لیا۔

سیشن جج نے کہا کہ تمہارے ہاں بھی تو پرسوں پٹرول آیا تھا۔ اُس نے کہا ہاں آیا تھا مگر میں نے اُسی وقت ڈی سی کے حضور درخواست دے دی اور اُن کی منظوری حاصل کر لی یعنی خود ہی اپنے نام درخواست لکھی کہ مجھے اتنے گیلن پٹرول رکھنے کی اجازت مرحمت فرمائی جائے اور خود ہی اُس پر لکھ دیا ’’منظور‘‘ پھر کہنے لگا میں تمہارے خلاف باقاعدہ کورٹ میں کیس پیش کروں گا۔

اب یہ ہے تو بظاہر ہنسی کی بات کہ خود ہی اپنے نام درخواست لکھی جائے اور خود ہی اُسے منظور کر لیا جائے لیکن اگر اِسی رنگ میں ذمہ دار

عہدیدار اپنے آپ کو سزا دینے کی عادت اختیار کر لیں تو یقیناً اُن کی اصلاح ہو جائے۔

(خطبات شوریٰ جلد 3صفحہ 437)

مولوی ہر چیز خرید لے گا سوائے کتاب کے

ہمیں تو حضرت خلیفہ اوّلؓ نے اس طرح علم کی چاٹ لگائی کہ ایک کتاب کے چار پانچ نسخے منگوا لینا اور فرمانا میاں! یہ کتاب بڑی اچھی ہے ضرور لو اور مطالعہ کرو۔ چنانچہ اسی ابتدائی زمانہ میں تیس چالیس اچھی اچھی کتابیں میرے پاس جمع ہو گئی تھیں۔ ان میں سے بعض تو حضرت خلیفہ اوّلؓ نے مجھے تحفہ کے طور پر دی تھیں اور بعض میں نے خود خریدی تھیں اِس طرح میرا علم بڑھتا چلا جاتا تھا۔ مگر اب یہ حالت ہے کہ مولوی شاید اپنے آپ کو بدقسمت سمجھے گا اگر وہ کوئی کتاب خرید لے حالانکہ کتاب ہی سب سے زیادہ اُس کے کام آنے والی چیز ہوتی ہے۔

مجھے خوب یاد ہے حضرت خلیفہ اوّل فرمایا کرتے تھے کہ دُنیا کی ہر چیز مولوی خرید لے گا مگر وہی چیز جس سے اس کی ترقی وابستہ ہے نہیں خریدے گا۔

یعنی کتاب خریدنے کے لئے وہ کبھی تیار نہیں ہو گا۔ اس کا یہی جی چاہے گا کہ کوئی مجھے تحفہ کے طور پر دے دے حالانکہ یہ وہ چیز ہے جو اس کے کپڑے سے زیادہ، اس کے کھانے سے زیادہ، اس کے پینے سے زیادہ، بلکہ اس کے بیوی بچوں کی ضروریات سے بھی زیادہ اہمیت رکھنے والی ہے۔

(خطبات شوریٰ جلد 3 صفحہ 475-476)

ذہنی وسعت کے لئے کثرت مطالعہ لازمی ہے

میں تو سمجھ ہی نہیں سکتا کہ کیوں ہمارے علماء اپنی ذہنی وسعت کے لئے کوشش نہیں کرتے اور کتابیں تو الگ رہیں مَیں تو جادو کی کتاب ہاتھ آ جائے اُسے بھی نہیں چھوڑتا۔ ہتھکنڈوں کی کتاب مل جائے اُسے بھی پڑھ جاتا ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ میں خدا تعالیٰ کے فضل سے ہر علم والے سے بات کر لیتا ہوں اگر اَور لوگ بھی اِسی رنگ میں کوشش کریں تو وہ بھی اپنے علم کو بہت بڑھا سکتے ہیں۔ مجھے ایسی مشق ہے کہ میں کتاب کو پڑھتے ہی صحیح اور غلط بات کا فوراً پتہ لگا لیتا ہوں اور اِس طرح تھوڑے سے وقت میں مَیں کتاب کا بہت بڑا حصہ پڑھ لیتا ہوں۔

حضرت خلیفہ اول کو بھی ایسی ہی مشق تھی۔ ہم آپ کو بچپن میں پڑھتے دیکھتے تو حیران ہوا کرتے تھے۔ آپ کا طریق یہ تھا کہ کتاب اُٹھائی اس کے ایک صفحہ پر جستہ جستہ نظر ڈالی اور جھٹ اُلٹ کر دوسرے صفحہ پر جا پہنچے۔ بس چند سیکنڈ میں ہی اُس پر نظر ڈالی کہ آگے جا پہنچے اور ہم حیران ہوتے تھے کہ آپ اتنی جلدی کس طرح پڑھ لیتے ہیں۔

مگر بڑے ہو کر خود مشق ہوئی تو معلوم ہوا کہ کثرتِ مطالعہ کے نتیجہ میں یہ کیفیت پیدا ہو جاتی ہے اور انسان کتاب پر ایک نظر ڈالتے ہی پتہ لگا لیتا ہے کہ یہ میرے کام کی چیز ہے یا نہیں اور اس طرح دو چار گھنٹہ میں بڑی بھاری کتاب بھی ختم ہو جاتی ہے۔ میرے نزدیک ایک آدمی نہایت آسانی کے ساتھ اگر وہ مطالعہ کے ساتھ دلچسپی رکھتا ہو تو آٹھ نو سَو کتاب بھی ایک سال میں سرسری طور پر پڑھ سکتا ہے اور پچاس، سَو کتاب تو عام لوگ بھی پڑھ سکتے ہیں۔

(خطبات شوریٰ جلد 3 صفحہ 478-479)

عقل مند اور پاگل کے فعل میں فرق

بڑی سکیم یا تو کوئی بڑا عقلمند بنایا کرتا ہے اور یا پھر بڑا پاگل بنایا کرتا ہے۔ جیسے لطیفہ مشہور ہے کہ

کسی شخص کو اُس کے آقا نے پانچ روپے انعام کے طور پر دیئے۔ اس نے برتن خرید لئے اور اندازے لگانے شروع کر دیئے کہ یہ پانچ روپوں کے برتن اتنی قیمت پر بیچوں گا اور اِس طرح پانچ روپے آٹھ بن جائیں گے۔ پھر آٹھ روپے کے اَور برتن لوں گا اور فروخت کروں گا اس طرح بارہ روپے بن جائیں گے۔ بارہ سے چوبیس اور چوبیس سے اڑتالیس بن جائیں گے اور پھر برتنوں کی تجارت اَور زیادہ وسیع کروں گا۔ یہاں تک کہ ہوتے ہوتے ایک دن لکھ پتی ہو جاؤں گا اور وزیر مجھ سے درخواست کرے گا کہ میری بیٹی سے شادی کر لو۔ میں پہلے تو نخرے کروں گا مگر آخر مان جاؤں گا اور اُسے گھر میں لے آؤں گا مگر جب بیوی گھر میں آئے گی تو میں اُسے پوچھوں گا نہیں۔ تین چار دن کے بعد اُس کی ماں اُسے کہے گی کہ تُو جا اور اپنے خاوند سے معافی مانگ، شاید وہ کسی بات پر ناراض ہو گیا ہو۔ چنانچہ وہ آئے گی اور کہے گی میرے آقا! میں آپ کی خادمہ ہوں مجھ سے کیا خطا ہوئی ہے کہ آپ مجھ سے بولتے ہی نہیں۔ میں پیر اُٹھا کر اُسے یوں ماروں گا کہ جا دفعہ ہو جا۔ اِدھر اس نے یہ سوچا اور اُدھر واقعہ میں زور سے پیر مارا جس سے اس کے تمام برتن ٹوٹ گئے۔

تو بڑی نیت یا بڑا عقلمند کیا کرتا ہے یا بڑا پاگل کیا کرتا ہے۔ اس نے بھی سکیم تو بڑی اچھی بنائی تھی اور وہ وزیر کا داماد بلکہ آئندہ بادشاہ بھی بن جاتا بشرطیکہ اُس کے برتن نہ ٹوٹتے۔ تو بڑے ارادے یا احمق کیا کرتا ہے یا بڑا عقلمند کیا کرتا ہے۔

ایک امریکن جب ہمارے مبلّغ سے سنتا ہے کہ ہم نے امریکہ فتح کرنا ہے تو وہ یکدم حیران ہو جاتا ہے اور کہتا ہے اچھا! اتنے بڑے بڑے ارادے ہیں۔ پھر وہ پوچھتا ہے کہ بتایئے آپ کام کس طرح کرتے ہیں وہ کہتا ہے بس اسی طرح کام کرتا ہوں کہ اگر کوئی شخص میرے پاس آ جاتا ہے تو میں اُسے تبلیغ کر دیتا ہوں، اگر کوئی سوال دریافت کرتا ہے تو میں اُس کا جواب دے دیتا ہوں۔ وہ طنزاً کہتا ہے بس میں سمجھ گیا کہ آپ امریکہ کس طرح فتح کریں گے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام لطیفہ سنایا کرتے تھے کہ کوئی سکھ کہیں بیٹھا ہوا تھا اور اس کی ڈاڑھی اور مونچھوں کے بال اس طرح بڑھے ہوئے تھے کہ سارا منہ چھپا ہوا تھا۔ ایک شخص قریب آیا اور کافی دیر دیکھتا رہا۔ پھر اس نے بالوں میں اپنی اُنگلی ڈالی یہ دیکھنے کے لئے کہ اس کا منہ بھی ہے یا نہیں۔ جب اس نے منہ میں انگلی ڈالی تو سکھ سے برداشت نہ ہو سکا اور اُسے گالیاں دینے لگا۔ اس نے کہا سردار صاحب! غصہ نہ کیجئے۔ بس یہی دیکھنا تھا کہ آپ کا منہ بھی ہے یا نہیں۔

وہ بھی جب یہ جواب سنتا ہے تو کہتا ہے بس پتہ لگ گیا کہ آپ امریکہ کو کس طرح فتح کریں گے۔ تو جب بھی کوئی بڑی نیت کی جائے اس کے لئے کوئی بڑی سکیم بھی بنانی چاہئے۔ ورنہ لوگ یہی کہیں گے کہ یہ لوگ پاگل ہیں۔

(خطبات شوریٰ جلد 3 صفحہ 482-483)

تجارتی غلبہ کے لئے جتھابندی ضروری ہے

دُنیا کی کوئی قوم صرف انفرادی تجارت کے زور سے باقی اقوام پر غالب نہیں آ سکتی۔ جب مسلمانوں کی تجارت اپنے عروج پر تھی تو اُس وقت بھی دوسرے لوگوں کا ان کی تجارت میں حصہ شامل ہوتا تھا۔ یورپ اور امریکہ میں بھی یہی طریق رائج ہے اور اِسی وجہ سے وہ ایک لمبے عرصے سے تجارت پر چھائے ہوئے ہیں۔

فرد کبھی لمبی تجارت کر ہی نہیں سکتا، آخر ایک نہ ایک دن وہ ٹوٹ جاتی ہے۔ اس لئے کمپنیاں بنا کر تجارت کرنا ہی تجارت کا کامیاب طریق ہے مگر ہمارا تاجر ہمیشہ عاجل فائدہ کو دیکھتا ہے آجل کو نہیں۔ وہ یہ تو چاہتا ہے کہ میں اپنے بیٹے کو تجارت پر لگا دوں یا اپنے بھائی کو تجارت میں شامل کر لوں مگر وہ یہ نہیں چاہتا کہ میں اپنے ہمسایہ کو بھی اپنی تجارت میں شریک کر لوں۔

میں نے ایک دفعہ بمبئی میں ایک تبلیغی وفد بھجوایا۔ میر محمد اسحٰق صاحب بھی اس میں شامل تھے، وہ بڑے ذہین آدمی تھے۔ واپس آئے تو انہوں نے کہا کہ میں نے اِس سفر میں ایک ایسی بات دیکھی ہے جس سے میں بڑا متأثر ہوا ہوں۔

اُنہوں نے بتایا کہ میں بمبئی میں بڑے بڑے بوہرہ تاجروں سے ملا ہوں۔ وہ مذہباً شیعہ ہیں مگر تجارت میں ان کو بڑا غلبہ حاصل ہے۔ میں نے ان سے پوچھا کہ تم لوگوں کو جو طاقت حاصل ہے اِس کی کیا وجہ ہے؟ اور وہ کون سا گُر ہے جو تمہاری اس ترقی کا باعث ہے۔

اُنہوں نے کہا ہم نے اپنی جتھابندی اس رنگ میں کی ہوئی ہے کہ ہمیں کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ مثلاً ہم میں سے ایک شخص کا دیوالہ نکل جائے تو جب ہمیں اُس کا علم ہوتا ہے تو ہم اُسے بلا کر کہہ دیتے ہیں کہ ہم تمہیں روپیہ تو دے نہیں سکتے لیکن ہم تمہاری مدد بھی کرنا چاہتے ہیں اس لئے آج سے ہم اپنی تمام دیا سلائیاں تمہیں دے دیتے ہیں یا مٹی کا تیل تمہیں دے دیتے ہیں یا صابن تمہیں دے دیتے ہیں۔ تم یہ چیز لو اور اِس کی تجارت کرو۔ جب ہمارے پاس کوئی گاہک آئے گا تو ہم اُسے تمہارے پاس بھجوا دیا کریں گے۔ چنانچہ کمیٹی بیٹھتی ہے اور فیصلہ کر دیتی ہے کہ آج سے کسی بوہرے نے دیا سلائی یا صابن یا تیل فروخت نہیں کرنا۔

وہ ہول سیل تاجر ہیں، جب ان کے پاس کوئی شخص مال لینے کے لئے آتا ہے تو وہ کہتے ہیں ہمارے پاس تو مال ختم ہے لیکن ہم نے سنا ہے کہ فلاں تاجر کے پاس مال موجود ہے آپ اس سے لے لیجئے۔ چنانچہ وہ شخص زیادہ گراں قیمت پر مال اس سے خریدنے پر مجبور ہو جاتا ہے اور چونکہ بڑے بڑے شہروں میں لاکھوں کا مال خریدا جاتا ہے کسی نے پندرہ ہزار کا مال خریدنا ہوتا ہے، کسی نے پچیس ہزار کا اور کسی نے پچاس ہزار کا اس لئے جب دکانداروں سے پوچھتے ہیں کہ مال ہے تو جواب ملتا ہے کہ مال تو ختم ہے لیکن فلاں تاجر کے پاس مال سنا جاتا ہے۔ آپ اس کے پاس چلے جایئے وہ ممکن ہے کچھ مہنگا ہی دے۔ کیونکہ مال کسی اور جگہ سے مل نہیں رہا اس پر وہ مجبور ہو کر اس کے پاس آتے ہیں اور سودا خرید لیتے ہیں۔ اِس طرح چند دن یا چند ہفتوں میں ہی لاکھ دو لاکھ روپیہ وہ کما لیتا ہے اور اِس کے بعد وہ ان کے مال کی قیمت ان کو واپس کر کے باقی روپیہ سے اپنی تجارت شروع کر دیتا ہے۔

غرض چھوٹی چھوٹی چیزیں جیسے سگریٹ ہوئے یا دیا سلائی کی ڈبیاں ہوئیں یا جُرابیں ہوئیں یا بنیانیں ہوئیں، ان کے ذریعہ سے وہ تھوڑے دنوں میں ہی اُس کے اندر اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کی طاقت پیدا کر دیتے ہیں۔

یہ جتھابندی کی روح جب بھی کسی قوم میں ہو گی سارے لوگ اُس کے سامنے سر جھکانے پر مجبور ہوں گے لیکن جب نفس پرستی ہو گی اور دل میں احساس ہو گا کہ ہم نے دوسروں کو اپنے قریب نہیں آنے دینا تو ایسے لوگ ہمیشہ قوم کو گرایا کرتے ہیں۔ اُسے ترقی نہیں دیا کرتے۔

پس مال بڑھانے کا وہ ذریعہ اختیار کرو جس سے قومی رنگ میں تم کو اعزاز حاصل ہو۔ تجارت اور صنعت میں ترقی کرنے کے لئے احمدی صنّاعوں اور تاجروں کی انجمنیں بنا کر ان کے اندر قومی خدمت کا مادہ پیدا کرنا ہمارے لئے ضروری ہے۔ ورنہ ذاتی اور خاندانی ترقی صرف ایک حد تک جا سکتی ہے اس سے آگے نہیں۔

(خطبات شوریٰ جلد 3 صفحہ 497-499)

پہلے سودے کا نفع اللہ کی راہ میں

میں نے بوہرا تاجروں میں دیکھا ہے کہ وہ دن میں ایک سودا ضرور خدا تعالیٰ کے نام پر کرتے ہیں۔ اسی طرح ہمارے تاجر بھی کر سکتے ہیں۔ ہندو لوگ بھی ایسا کرتے ہیں جو عموماً کپاس ہندوؤں کے پاس بیچتے تھے۔ وہ ہمیشہ ایک سودا مذہب کے نام پر کیا کرتے تھے اور مجھے کسی دوست نے بتایا کہ اس طرح سات کروڑ روپیہ سالانہ آ جاتا ہے اور اس سے ان کے سارے قومی ادارے چلتے ہیں۔

اب ہمارا تاجر اگر نیت کر لے کہ دن میں پہلا سودا جو میں کروں گا اس کا نفع مذہب کو دوں گا تو کتنی آمد ہو سکتی ہے۔

(خطبات شوریٰ جلد 3 صفحہ 522)

احمدیہ لٹریچر کی وجہ سے ہدایت اسلام

بعض چیزوں کا فائدہ دیر سے ہوتا ہے۔ پرنس آف ویلز کو جو میں نے تبلیغ کی تھی اس کا بڑی دیر سے اثر ہوا ہے۔۔۔۔ مجھے ان کے ایک ہمسفر نے بتایا کہ وہ لاہور سے سیالکوٹ جا رہے تھے کہ رستہ میں انہوں نے آپ کی کتاب تحفہ پرنس آف ویلز کو پڑھا۔ وہ ان کے ایڈی کانگ مقرر تھے۔ انہوں نے بتایا کہ وہ کتاب پڑھتے پڑھتے یکدم کھڑے ہو جاتے تھے اور اس کے بعد انہوں نے صراحتاً عیسائیت سے بیزاری کا اظہار کیا۔

میں حیران ہوں کہ کس طرح تحفہ شہزادہ ویلز نے اس پر اثر کیا۔ یہاں تک کہ وہ عیسائیت سے کلّی طور پر بیزار ہو گئے۔

سر غلام حسین ہدایت اللہ گورنر سندھ فوت ہو گئے ہیں، وہ مجھ سے کچھ نہ کچھ تعلق رکھا کرتے تھے۔ مجھے یاد ہے کہ ایک دفعہ میں کراچی گیا تو اُنہوں نے مجھے دعوت پر بلایا۔ میرے پاس وقت نہیں تھا تاہم میں دعوت پر چلا گیا۔ دعوت میں اور لوگ بھی مدعو تھے سر غلام حسین ہدایت اللہ بھاری جسم کے تھے اور لوگ سمجھتے تھے کہ وہ ہوشیار نہیں لیکن اس مجلس میں مجھ پر یہ اثر ہوا کہ وہ نہایت ہوشیار آدمی ہیں۔

ایک آدمی نے اسلام کے متعلق ایک سوال کیا اور میں نے اُس کا جواب دینا شروع کیا۔ اتنے میں سرغلام حسین ہدایت اللہ نے کُرسی پر بیٹھے بیٹھے خراٹے مارنے شروع کر دیئے۔ میری طبیعت پر یہ بات گراں گزری کہ اِدھر سوال کا میں نے جواب دینا شروع کیا ہے اور اُدھر اُنہوں نے خراٹے مارنے شروع کر دیئے ہیں۔ میں پندرہ سولہ منٹ تک بولتا رہا۔ ابھی وہ شخص کہ جس نے سوال کیا تھا بولا نہیں تھا کہ سرغلام حسین ہدایت اللہ نے آنکھیں کھول لیں اور کہا سچی بات یہ ہے کہ میں اور تو کچھ جانتا نہیں، ہاں اتنا ضرور جانتا ہوں کہ اگر مرزا صاحب نہ آتے تو میں عیسائی ہو جاتا۔ انہیں کی کتابیں پڑھ کر اور سُن کر میں اسلام پر قائم رہا ہوں۔ معلوم ہوتا تھا کہ بڑھاپے کی وجہ سے وہ لیٹ گئے تھے، ورنہ جاگ رہے تھے۔ اُنہوں نے آنکھیں کھولیں اور فوراً کہنے لگے جو تشریح اسلام کی علماء نے کی ہے، اُسے پڑھ کر کوئی تعلیم یافتہ مسلمان مسلمان نہیں رہ سکتا۔ میں جب کالج میں پڑھتا تھا تو میں نے مرزا صاحب کی بعض کتابیں پڑھیں اور ان کتابوں کا یہ اثر تھا کہ اب تک میں مسلمان ہوں۔

سرغلام حسین ہدایت اللہ بھاری جسم کے تھے، بُڈھے تھے اور صحت بھی کمزور تھی اور بظاہر معلوم ہوتا تھا اب ان کا حافظہ ویسا نہیں جیسا جوانی میں ہو گا مگر پھر بھی انہیں طالب علمی کے وقت کی یہ بات یاد تھی۔

ہوسکتا ہے کہ بعض لوگوں نے سرغلام حسین ہدایت اللہ سے کہا ہو کہ احمدی غلط راستہ پر جا رہے ہیں اور احمدیوں نے کہا ہو کہ جو باتیں ہمارے متعلق کہی جاتی ہیں وہ غلط ہیں۔ تو اُنہوں نے کہا ہو کہ مجھے احمدیت کا لٹریچر دیکھ لینا چاہئے۔

پس بڑے بڑے لوگ تقریریں نہیں سنتے لٹریچر پڑھ لیتے ہیں۔

(خطبات شوریٰ جلد 3 صفحہ 527-528)

مریض کے لئے آرام وسکون ضروری ہے

مجھے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کا بیان کردہ ایک قصہ یاد آ گیا۔ آپ جب گھوڑے سے گرے اور سر میں شدید زخم آیا تو دوستوں نے آپ کی عیادت کے لئے آنا شروع کر دیا اور ہر دوست اپنے اخلاص میں چاہتا کہ وہ زخم دیکھے اور اس کے متعلق پوری معلومات حاصل کرے۔

ایک دفعہ آپ نے فرمایا کہ میرے زخم کی حالت تو بندر کے زخم کی سی ہوگئی ہے۔ جب کسی بندر کو زخم ہو جاتا ہے تو قریب کے سارے بندر اُس کے پاس جمع ہو جاتے ہیں۔ پہلے ایک بندر یہ دیکھنے کے لئے کہ زخم کہاں ہے اور کتنا ہے، آگے بڑھ کر زخم میں پنجہ ڈال دیتا ہے پھر دوسرا بندر آگے آتا ہے اور وہ بھی زخمی بندر سے یہی سلوک کرتا ہے۔ اسی طرح سارے بندر ایک ایک کر کے آتے ہیں اور اُس کے زخم میں ہاتھ ڈال ڈال کر دیکھتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ زخم کی حالت بجائے درست ہونے کے اور زیادہ خراب ہو جاتی ہے۔ آخر زخمی بندر جنگل میں بھاگ جاتا ہے اور جب تک زخم ٹھیک نہ ہو وہ واپس نہیں آتا۔

آپ فرماتے تھے کہ میرے زخم کی حالت بھی بندر کے زخم کی سی ہوگئی ہے ہر ایک شخص جو تیمار داری کے لئے آتا ہے، اخلاص اور محبت کی وجہ سے کہتا ہے مجھے زخم دکھاؤ اور پھر کہتا ہے یہ کیسے ہوا؟ کیوں ہوا؟ اس کی اب کیا حالت ہے؟ کیا علاج کیا گیا ہے؟ غرض رات دن یہی ہوتا رہتا ہے۔

آپ فرماتے اگر کوئی شخص بیمار ہو اور وہ رات دن یہی کہتا رہے کہ میں بیمار ہوں تو وہ اپنے آپ کو بیمار کہتے کہتے مر جائے گا اور اگر وہ کہے کہ میں اچھا ہوں تو سُننے والے اُسے جھوٹ کہیں گے۔

(خطبات شوریٰ جلد 3 صفحہ 550)

اعتراض کرنے والے اعتراض ہی کرتے ہیں

قادیان کا ایک واقعہ ہے کہ ایک شخص بہت غریب تھا اُس نے یہ کہنا شروع کیا کہ آپ امیروں کے ہاں دعوتیں کھاتے ہیں غریبوں کے ہاں دعوت نہیں کھاتے۔

اُس شخص کی اپنی یہ حالت تھی کہ میرا خیال یہ تھا کہ اگر وہ سامنے دال روٹی بھی رکھے گا تو اُسے تکلیف ہو گی لیکن ہر دو تین ماہ کے بعد وہ میرے پاس آتا اور کہتا کہ آپ غریبوں کی دعوت نہیں کھاتے۔ آپ میری دعوت قبول کریں۔ میرے گھر آئیں اور وہاں بیٹھ کر کھانا کھائیں۔

آخر میں نے کہا میں تمہاری دعوت مان لیتا ہوں مگر شرط یہ ہے کہ تم سالن پکاؤ یا دال یعنی ان دونوں میں سے کچھ پکاؤ مگر ہو ایک ہی چیز اور اس کے ساتھ پُھلکے پکالیں، چاول نہیں پکانے۔ اگر تم نے سالن اور دال دونوں چیزیں پکالیں یا چاول پکالئے تو میں تمہاری دعوت قبول نہیں کروں گا۔ اُس نے کہا مجھے یہ شرط منظور ہے۔

وہ شخص مجھ سے اخلاص رکھتا تھا اُس نے میرا مطلب سمجھ لیا۔ چنانچہ جس دن دعوت تھی اُس نے پتلا سا شوربہ بنا لیا اور اُس کے ساتھ پُھلکے تیار کر لئے۔ میں اُس کے گھر گیا اور کھانا کھایا۔ کھانا سے فارغ ہو کر میں اُس کے گھر سے باہر نکلنے لگا تو غالباً سیالکوٹ کے ایک دوست دروازے پر کھڑے تھے۔

اُنہوں نے مجھے دیکھتے ہی کہا ”تُسی ایسے غریباں دی دعوت وی کھا لیندے او۔“ میں نے کہا اس شخص کی یہ بات کہ ”تُسی غریباں دی دعوت نہیں کھاندے“ میں نے تین سال سُنی ہے۔ اب تمہاری یہ بات تین سال تک سُن لوں گا۔ اِس پر وہ شخص شرمندہ ہو گیا اور واپس چلا گیا۔

غرض ایک طرف تو وہ امیر شخص تھا جس کو غریب کے ہاں میرا جانا بُرا لگا اور دوسری طرف وہ غریب شخص تھا جو مجھے تین سال تک یہ کہتا رہا کہ آپ غریبوں کی دعوت قبول نہیں کرتے اور آخر مجھے اُس کی دعوت منظور کرنی پڑی۔

تو اعتراض کرنے والے بعض اوقات اعتراض کرتے رہتے ہیں اور حقیقت اس کے خلاف ہوتی ہے۔

(خطبات شوریٰ جلد 3 صفحہ 553)

امۃ القیوم صبا خواجہ۔ جرمنی

حقیقی حسن

دنیا میں ہر انسان مرد وعورت بچہ بوڑھا خواہش رکھتا ہے کہ وہ خوبصورت نظر آئے۔ عام طور پر خواتین اپنے چہرے کو سنوارنے میں ہر قسم کی اشتہاری حسن اشیاء کا سہارا لیتی ہیں۔ مختلف نسخہ جات آزماتی ہیں تا کہ وہ دلکش خوبصورت نظر آئیں تھوڑی بہت محنت اور کوشش ان کو کچھ نہ کچھ خوبصورتی کا مظہر ضرور بنا دیتی ہیں۔ لیکن چہرے کی بناوٹ کو کوئی تبدیل نہیں کرسکتا یہ خدا کی عطا ہے۔ خداداد حسن کے علاوہ کچھ اور چیزیں بھی ہیں جو انسان اپنی کوشش سے حاصل کرسکتا ہے۔ مثلاً اچھی صحت، عمدہ چال ڈھال اور اچھے اخلاق، اچھی صحت انسان کو خوبصورت بنانے میں بڑا اہم کردار ادا کرتی ہے۔

آج کے دور سے پہلے کی خواتین بے حد چست اور روپ کے لحاظ سے دلکش اور خندہ پیشانی کے آداب سے آراستہ نظر آتی تھیں، آج کے اس دور میں خواتین بچیاں اپنے چہرے کے حسن وزیبائش پر پیسہ اور وقت خرچ کرتی ہیں مگر صحت کو قائم رکھنے کے اصولوں پر وہ کار بند نظر نہیں آتیں۔

سنگھار عورت کا زیور ہے مگر یہی سنگھار اچھی صحت کے ساتھ ہو تو کیا ہی کہنے حسن صحت کے ساتھ لازمی ہے۔ سب سے پہلے اچھی صحت حاصل کرنے کے لئے ان اصولوں پر عمل کریں جو انسان کو تندرست وتوانا بناتے ہیں موسم کی تازہ سبزیوں کا استعمال مکمل پر سکون نیند، بلا ناغہ ورزش اور خوش وخرم رہنا حسن وصحت دونوں کے لئے مفید ہیں روزانہ کی ورزش تو عورت کے لئے بے حد ضروری ہے۔ اکثر 35 سال کے بعد بعض خواتین اپنے جسم کو ڈھیلا چھوڑ دیتی ہیں اور یہ خیال کرتی ہیں کہ بس ہماری ڈیوٹی ختم ان کا خیال درست نہیں۔ 35 سال کے بعد عورت کو زیادہ چست اور صحت مند ہونا چاہیے کیونکہ آپ کے بچوں کو ایک صحت مند ماں کی ضرورت ہے جو بچوں کی ہر قدم پر راہنمائی کر سکے۔ بڑھتی ہوئی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہو سکے جیسے بچوں کی تعلیم وتربیت، شادی بیاہ، شوہر کی ضرورت اور خیال وغیرہ۔

یاد رکھیں! عورت کے صحت مند ہونے سے مرد زیادہ مضبوط ہو جاتا ہے۔ گھر کی چار دیواری میں مرد صحت مند عورت کی موجودگی میں اپنے آپ کو محفوظ سمجھتا ہے وہ سکون کا متلاشی ہوتا ہے تھکا ماندہ خاوند گھر آئے تو عورت اگر اس طرح اس کا استقبال کرے کہ وہ لیٹی ہو سر باندھا ہوا ہو ہائے ہائے کر رہی ہو تو ظاہر ہے کہ وہ اندر سے ٹوٹ جائے گا اس لئے اس امر کا خیال رکھے اور اچھی صحت کے حصول کے لئے روزانہ ورزش ضرور کریں۔

ہلکی پھلکی ورزش سے انسان سارا دن چست رہتا ہے اسے ضرور اپنائیں اس کے علاوہ صفائی صحت کو قائم کرنے کے لئے بڑی ضروری چیز ہے غسل کرنے سے جلد کے مسام کھلتے ہیں چہرے دانتوں اور ہاتھوں اور بالوں کی صفائی کو ملحوظ خاطر رکھیں۔ یقیناً ان اصولوں پر قائم رہ کر آپ صحت مند ہونے کے ساتھ ساتھ، دلکش اور خوبصورت بھی نظر آئیں گی۔ اعتدال اور سادگی کو ملحوظ رکھیں اور یہ بھی یاد رکھیں کہ انسان کا حُسن اس کے اخلاق میں ہے اچھی سیرت اور اچھے اخلاق سب سے بڑا حسن ہے! کیونکہ

سیرت کے ہم غلام ہیں صورت ہوئی تو کیا
سرخ و سپید مٹی کی مورت ہوئی تو کیا

زاہد محمود

یوم مصلح موعودؓ منانے کے اغراض و مقاصد

جشن تشکر لجنہ کے موقع پر ایک تحریر

20/ فروری کا دن جماعت احمدیہ میں بہت ہی اہمیت کا حامل ہے۔ یہ دن پیشگوئی مصلح موعودؓ کے حوالے سے جانا جاتا ہے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ایک عظیم بیٹے کی پیدائش کی خبر دی گئی تھی جو دین کا خادم ہوگا۔لمبی عمر پائے گا اور بے شمار دوسری خصوصیات کا حامل ہوگا۔اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قائم کردہ جماعت کی ''مصلح موعود'' کے دور میں غیر معمولی ترقیات کی پیشگوئی بھی تھی۔ یہ پیشگوئی بعینہ اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ پوری ہوئی جو حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ جماعت احمدیہ کی تاریخ گواہ ہے کہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد المصلح الموعود کے 52 سالہ دَورِ خلافت میں اس پیشگوئی کی تمام جزئیات لفظاً لفظاً پوری ہوئیں۔ لہٰذا 20/ فروری کا دن جماعت احمدیہ اس عظیم الشان پیشگوئی کی یاد میں مناتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے حضور سجداتِ شکر بجالاتی ہے تا ہمیشہ اس کے فضلوں کی وارث بنتی چلی جائے۔

ہم یوم مصلح موعود کیوں مناتے ہیں اس کے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''مصلح موعود کی پیشگوئی کا دن ہم ایمانوں کو تازہ کرنے اور اس عہد کو یاد کرنے کے لیے مناتے ہیں کہ ہمارا اصل مقصد اسلام کی سچائی اور آنحضرت ﷺ کی صداقت کو دنیا پر قائم کرنا ہے۔ یہ کوئی آپ کی پیدائش یا وفات کا دن نہیں ہے۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعاؤں کو قبول کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے آپ کی ذریت میں سے ایک شخص کو پیدا کرنے کا نشان دکھلایا تھا جو خاص خصوصیات کا حامل تھا اور جس نے اسلام کی حقانیت دنیا پر ثابت کرنی تھی اور اس کے ذریعہ نظام جماعت کے لیے کئی اور ایسے راستے متعین کر دیے گئے کہ جن پہ چلتے ہوئے بعد میں آنے والے بھی ترقی کی منازل طے کرتے چلے جائیں گے۔

پس یہ دن ہمیں ہمیشہ اپنی ذمہ داری کا احساس کرواتے ہوئے اسلام کی ترقی کے لیے اپنی صلاحیتوں کو استعمال کرنے کی طرف توجہ دلاتا ہے اور دلانے والا ہونا چاہیے نہ کہ صرف ایک نشان کے پورا ہونے پر علمی اور ذوقی مزہ لے لیا۔ اللہ تعالیٰ اس کی توفیق عطا فرمائے۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 20/ فروری 2009ء)

یوم مصلح موعود منانے کی اصل غرض اس وقت پوری ہوگی جب ہم اپنے اپنے دائرے میں مصلح بننے کی کوشش کریں گے۔حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

''آپ کے کام کو دیکھ کر حضرت مصلح موعودؓ کی پیشگوئی کی شوکت اور روشن تر ہو کر ہمارے سامنے آتی ہے اور جیسا کہ مَیں نے کہا اصل میں تو یہ آنحضرت ﷺ کی پیشگوئی ہے جس سے ہمارے آقا و مطاع حضرت محمد مصطفی ﷺ کے اعلیٰ اور دائمی مرتبے کی شان ظاہر ہوتی ہے۔ لیکن ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ اس پیشگوئی کے پورا ہونے کا تعلق صرف ایک شخص کے پیدا ہونے اور کام کر جانے کے ساتھ نہیں ہے۔ اس پیشگوئی کی حقیقت تو تب روشن تر ہوگی جب ہم میں بھی اُس کام کو آگے بڑھانے والے پیدا ہوں گے جس کام کو لے کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام آئے تھے اور جس کی تائید اور نصرت کے لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو مصلح موعود عطا فرمایا تھا جس نے دنیا میں تبلیغِ اسلام اور اصلاح کے لیے اپنی تمام تر صلاحیتیں لگا دیں۔

پس آج ہمارا بھی کام ہے کہ اپنے اپنے دائرے میں مصلح بننے کی کوشش کریں۔ اپنے علم سے، اپنے قول سے، اپنے عمل سے اسلام کے خوبصورت پیغام کو ہر طرف پھیلا دیں۔ اصلاحِ نفس کی طرف بھی توجہ دیں۔ اصلاحِ اولاد کی طرف بھی توجہ دیں اور اصلاحِ معاشرہ کی طرف بھی توجہ دیں اور اس اصلاح اور پیغام کو دنیا میں قائم کرنے کے لیے بھرپور کوشش کریں جس کا منبع اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو بنایا تھا۔ پس اگر ہم اس سوچ کے ساتھ اپنی زندگیاں گزارنے والے ہوں گے تو یومِ مصلح موعود کا حق ادا کرنے والے ہوں گے، ورنہ تو ہماری صرف کھوکھلی تقریریں ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 18/ فروری 2011ء)

حقیقی یومِ مصلح موعود کب ہوگا اس کے متعلق پیارے حضور ایدہ اللہ فرماتے ہیں:

''یہ وہ اولوالعزم موعود بیٹا تھا جس نے اپنے دل کی تڑپ کھول کر ہمارے سامنے رکھ دی۔ آج ہم جب یومِ مصلح موعود مناتے ہیں تو حقیقی یومِ مصلح موعود تب ہی ہوگا جب یہ تڑپ آج ہم میں سے اکثریت اپنے اندر پیدا کرے کہ ہمارے مقاصد بہت عالی ہیں، بہت اونچے ہیں، بہت بلند ہیں جس کے حصول کے لیے عالی ہمتی کا بھی مظاہرہ کرنا ہوگا اور اپنے اندر اعلیٰ تبدیلیاں بھی پیدا کرنا ہوں گی، پاک تبدیلیاں بھی پیدا کرنی ہوں گی۔ خدا تعالیٰ سے ایک تعلق بھی جوڑنا ہوگا۔ اسلام کا درد بھی اپنے اندر پیدا کرنا ہوگا۔ دل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق و محبت کا درد پیدا کرتے ہوئے اظہار بھی کرنا ہوگا۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 17/ فروری 2012ء)

یہ سال جس سے ہم گزر کر آئے ہیں اس کا گہرا تعلق ہم سے اور حضرت مصلح موعودؓ سے ہے۔حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے جماعت کے ہر طبقہ پر بے شمار احسانات ہیں۔ طبقہ نسواں بھی حضورؓ کی شفقتوں سے خاص طور پر معمور رہے۔ آپ نے اپنے دور خلافت کے ابتدائی سالوں میں ہی خواتین کی تعلیم و تربیت کے لئے ایک تنظیم قائم کرنے کا ارادہ فرما لیا تھا تا کہ خواتین اپنی تنظیم کے لائحہ عمل کی پیروی کرتے ہوئے اعلیٰ کردار کی حامل ہوں اور دینی و دنیاوی تعلیمات سے آراستہ ہو کر اپنی اولاد کی بہتر رنگ میں پرورش کر سکیں تا احمدیت کا مستقبل روشن اور تابناک ہو۔ الحمد للہ طبقہ نسواں کی وہ تنظیم جس کی باقاعدہ داغ بیل حضرت مصلح موعودؓ نے 1922ء میں رکھی تھی وہ ایک صدی کا سفر مکمل کر کے دوسری صدی میں داخل ہو چکی ہے۔ الحمد للہ۔ یہ موقع جہاں اللہ تعالیٰ کی شکر گزاری کا ہے وہیں۔ اس محسن کے لئے دعاؤں کا بھی ہے جو پیشگوئی مصلح موعود کے حرف حرف کی صداقت کا مصداق تھا۔

ہمارے پیارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

''اپنوں اور غیروں کے حضرت مصلح موعودؓ کے بارے میں جو تأثرات ہیں وہ آپ سے مل کر آپ کی شخصیت کا جو گہرا اثر اُن پر ہوتا تھا اور آپ کی خصوصیات کا جب علم ہوتا تھا وہ ہر ایک کو حیرت میں ڈال دیتا تھا۔ پیشگوئی کی صداقت کا یہ سب کھلا اظہار ہے۔ ان جلسوں میں جو آج کل ہو رہے ہیں پیشگوئی کا ذکر اور آپ کے کارہائے نمایاں کی باتیں سن کر ...... اپنی حالتوں کے جائزے بھی لینے چاہئیں کہ احمدیت کی ترقی کے لیے ایک عزم کے ساتھ ہر فرد جماعت کو اپنی تمام تر صلاحیتوں کو نکھارنا اور استعمال کرنا ضروری ہے۔ اگر ہم یہ کریں گے تو ہم احمدیت کی ترقی کو اپنی زندگیوں میں پہلے سے بڑھ کر پورا ہوتے دیکھیں گے۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 23/ فروری 2018ء)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ کا ایک الہام تھا کہ:

''اگر تم پچاس فیصدی عورتوں کی اصلاح کر لو تو اسلام کو ترقی حاصل ہو جائے گی''

(الفضل 29/ اپریل 1944ء صفحہ 3)

آپؓ نے احمدی مستورات کی مذہبی، تعلیمی، ذہنی، فکری اور عملی ترقی کے لئے لجنہ اماء اللہ کی تنظیم کی بنیاد رکھی۔ آپؓ نے مستورات کو بتلایا کہ وہ بھی بنی نوع انسان کا ایک جزو لاینفک ہیں اور قوموں کی ترقی و تنزل میں ان کا بھی ہاتھ ہے۔عورت کی گود آئندہ نسل کا گہوارہ ہے اگر عورتیں نیکی و تقویٰ میں آگے بڑھنے والی ہوں گی تو اولاد بھی نیکی و تقویٰ پر چلنے والی ہوگی۔

حضرت مصلح موعودؓ کی ہدایت کے مطابق 25/ دسمبر 1922ء کو لجنہ اماء اللہ کی تنظیم کا قیام عمل میں آیا اور خواتین مبارکہ کی مقدس قیادت میں یہ قافلہ اپنی منزل کی طرف بڑی تیزی سے سفر پر روانہ ہوا اور ایک منظم تنظیم کی شکل اختیار کر گیا۔حضورؓ کی ہدایات کی روشنی میں احمدی خواتین نے اپنے اندر روحانی تبدیلی پیدا کرنے اور دینی تعلیم و تربیت میں پرورش پانے کے لئے مساعی شروع کی اور مختلف دینی مہمات میں صفِ اوّل کی مجاہدات ہونے کا اعزاز حاصل کیا۔ اس کا اظہار اپنوں نے ہی نہیں بلکہ غیروں نے بھی کیا کہ احمدی عورتوں کی تنظیم اصلاحِ معاشرہ میں اہم کردار ادا کر رہی ہے۔ ابتدا میں اس میں شمولیت اختیاری تھی البتہ 1939ء میں اس کا فیض عام کرنے کے لیے ہر احمدی عورت کا اس میں شامل ہونا لازمی قرار دے دیا۔

حضرت سیدہ امۃ الحئی بیگم صاحبہ (حرم حضرت مصلح موعودؓ) کو خدمت دین کا بڑا شوق تھا ان کی خواہش کے مطابق سیدنا حضرت مصلح موعودؓ نے ایک معین لائحہ عمل بنا کر جماعت کی عورتوں کے سامنے پیش کیا جو حضور نے اپنے قلم سے تحریر فرمایا تھا اور یہ تاریخ میں لجنہ اماء اللہ کے متعلق ابتدائی تحریک کے نام سے مشہور ہے۔ اس مضمون میں سیدنا حضرت المصلح الموعودؓ نے لجنہ اماء اللہ کے بنیادی مقاصد بیان کئے ہیں اور لجنہ اماء اللہ کی ممبر بننے کے لئے ضروری قرار دیا کہ وہ اسے پڑھے اور پڑھ کر دستخط کرے۔ یہ اسکیم حضورؓ نے 15/ دسمبر 1922ء کو مستورات کے سامنے پیش کی تھی جس پر 14 خواتین نے دستخط کئے تھے۔

(الفضل 11/ جنوری 1923ء صفحہ 9)

بقیہ صفحہ 10 پر

عبدالسمیع خان۔ استاد جامعہ احمدیہ انٹرنیشنل گھانا

میں دنیا کی ہر قوم کو یقین دلاتا ہوں کہ ہم کسی کے دشمن نہیں ہیں

سیرت حضرت مصلح موعودؓ کا ایک درخشاں پہلو

وہ دل کا حلیم ہوگا

میں نے کبھی کسی سے بغض نہیں رکھا بلکہ شدید دشمنوں کے لئے بھی کینہ نہیں ہے

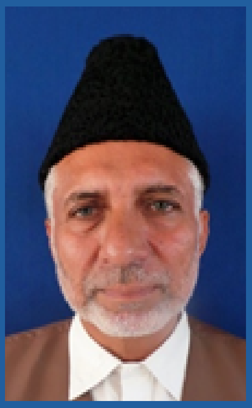

میرا دل صاف ہے

تحریک جدید کے آغاز کے وقت حضرت مصلح موعودؓ نے بھائیوں سے صلح کرنے اور یکجان ہونے کا ارشاد فرمایا۔ اس حکم کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

جس وقت میں نے جماعت کے لئے یہ حکم تجویز کیا اس وقت سب سے پہلے میں نے اللہ تعالیٰ سے کہا کہ اے خدا! میرا دل صاف ہے اور مجھے کسی سے بغض و کینہ یا رنجش نہیں سوائے ان کے جن سے ناراضگی کا تو نے حکم دیا ہے لیکن اگر میرے علم کے بغیر کسی شخص کا بغض یا اس کی نفرت میرے دل کے کسی گوشہ میں ہو تو الٰہی! میں اسے اپنے دل سے نکالتا ہوں اور تجھ سے معافی اور مدد طلب کرتا ہوں۔ مگر میرا دل گواہی دیتا ہے کہ میں نے کبھی کسی شخص سے بغض نہیں رکھا بلکہ شدید دشمنوں کے متعلق بھی میرے دل میں کبھی کینہ پیدا نہیں ہوا۔ ہاں ایک قوم ہے جس کو میں مستثنیٰ کرتا ہوں اور وہ منافقین کی جماعت ہے۔ مگر منافقین کا قطع کرنا یا انہیں جماعت سے نکالنا یہ میرا کام ہے تمہارا نہیں۔ جس کو میں منافق قرار دوں اس کے متعلق جماعت کا فرض ہے کہ اس سے بچے لیکن جب تک میں کسی کو جماعت سے نہیں نکالتا تمہیں ہر ایک شخص سے صلح اور محبت رکھنی چاہئے اور آپس میں بھائی بھائی بن کر رہنا چاہئے۔

(خطبات محمود جلد 15 صفحہ 372)

پاک دل

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

خدا تعالیٰ کا خاص فضل ہے کہ آج تک کسی ایک شخص کا بھی میرے دل میں بغض پیدا نہیں ہوا۔ ہاں ان افعال سے بغض ضرور ہوتا ہے جو سلسلہ احمدیہ اور دین اسلام کے خلاف کئے جاتے ہیں۔ لیکن افعال سے بغض بغض نہیں کہلاتا بلکہ وہ اصلاح کا ایک ذریعہ ہوتا ہے۔ ہم چوری کو بے شک برا کہتے ہیں لیکن چور سے ہمیں کوئی بغض نہیں ہوتا وہ اگر چوری چھوڑ دے تو ہم ہر وقت اس سے صلح کرنے کے لئے تیار ہوں گے۔ پس اصلاح محبت کے جذبات کے ماتحت کرنی چاہئے لیکن میں نے دیکھا ہے کہ بعض لوگ محض دوسرے کو نقصان پہنچانے کی خواہش میں دوسرے کی شکایت کر دیتے ہیں۔ ان کے مدنظر یہ نہیں ہوتا کہ اس کی اصلاح ہو جائے بلکہ یہ ہوتا ہے کہ کسی طرح اسے نقصان پہنچے۔ ایسے لوگ جب میرے پاس کسی کے متعلق شکایت کرتے ہیں اور میں محبت اور پیار سے اسے سمجھاتا ہوں اور وہ سمجھ جاتا ہے تو شکایت کرنے والے کہنے لگ جاتے ہیں بھلا اصلاح کس طرح ہو ہم نے فلاں کی شکایت خلیفۃ المسیح تک بھی پہنچائی مگر انہوں نے کچھ نہ کیا۔ گویا ان کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جس کی شکایت کی جائے اس کے خلاف ضرور کوئی قدم اٹھایا جائے حالانکہ یہ اصلاح کا آخری طریق ہے اس سے پہلے ہمیں محبت اور پیار سے دوسروں کو سمجھانا چاہئے اور اگر وہ سمجھ جائیں تو ہمیں خوش ہونا چاہئے کہ ہمارے ایک بھائی کی اصلاح ہوگئی۔

(خطبات محمود جلد 15 صفحہ 240)

میرے دل میں کوئی بغض نہیں

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

میں دوستوں کو ہدایت کرتا ہوں کہ جو مضمون بھی لکھیں نرمی اور محبت سے لکھیں۔ یہ صحیح ہے کہ جہاں کوئی تلخ مضمون آئے گا اس کی کچھ نہ کچھ تلخی تو باقی رہے گی۔ لیکن جہاں تک ہو سکے الفاظ نرم استعمال کرنے چاہئیں...... میں مانتا ہوں کہ پیغامیوں کی طرف سے ہمیشہ سختی کی جاتی ہے۔ اس لئے بعض دوست جواب میں سختی سے کام لیتے ہیں۔ مگر مجھے یہ طریق سخت ناپسند ہے۔ میں نے کئی دفعہ بتایا ہے کہ شدید سے شدید دشمن کے متعلق بھی سخت کلامی مجھے پسند نہیں۔ میرے نزدیک مولوی ثناء اللہ صاحب ہمارے اشد ترین دشمن ہیں۔ مگر میں نے کئی بار دل میں غور کیا ہے۔ ان کے متعلق بھی اپنے دل میں کبھی بغض نہیں پایا اور میں سمجھتا ہوں اگر کسی دشمن کے متعلق دل میں بغض رکھا جائے تو اس سے اسلام کو کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے...... ہر شخص کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے۔ اگر کسی نے سزا دینی ہو تو اس نے اگر کسی نے بخشنا ہو تو اس نے میں کیوں اپنے دل میں بغض رکھ کر اسے سیاہ کروں۔ پس دل میں بغض اور کینہ رکھ کر کام نہ کرو بلکہ محبت و اخلاص رکھ کر کرو۔

(الفضل یکم مئی 1940ء)

صلح کا عالمی پیغام

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

میں اپنی طرف سے دنیا کو صلح کا پیغام دیتا ہوں میں انگلستان کو دعوت دیتا ہوں کہ آؤ! اور ہندوستان سے صلح کر لو اور میں ہندوستان کو دعوت دیتا ہوں کہ جاؤ! اور انگلستان سے صلح کر لو اور میں ہندوستان کی ہر قوم کو دعوت دیتا ہوں اور پورے ادب و احترام کے ساتھ دعوت دیتا ہوں بلکہ لجاجت اور خوشامد سے ہر ایک کو دعوت دیتا ہوں کہ آپس میں صلح کر لو اور میں ہر قوم کو یقین دلاتا ہوں کہ جہاں تک دنیوی تعاون کا تعلق ہے ہم ان کی باہمی صلح اور محبت کے لئے تعاون کرنے کو تیار ہیں اور میں دنیا کی ہر قوم کو یہ یقین دلاتا ہوں کہ ہم کسی کے دشمن نہیں۔ ہم کانگرس کے بھی دشمن نہیں ہم ہندو مہاسبھا والوں کے بھی دشمن نہیں مسلم لیگ والوں کے بھی دشمن نہیں اور زمیندارہ لیگ والوں کے بھی دشمن نہیں اور خاکساروں کے بھی دشمن نہیں اور خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ ہم تو احراریوں کے بھی دشمن نہیں۔ ہم ہر ایک کے خیر خواہ ہیں اور ہم صرف ان کی ان باتوں کو برا مانتے ہیں جو دین میں دخل اندازی کرنے والی ہوتی ہیں۔ ورنہ ہم کسی کے دشمن نہیں ہیں اور ہم سب سے کہتے ہیں کہ ہمیں چھوڑ دو کہ ہم خدا تعالیٰ کی اس مخلوق کی خدمت کریں۔ ساری دنیا سیاسیات میں الجھی ہوئی ہے۔ اگر ہم چند لوگ اس سے علیحدہ رہیں اور مذہب کی تبلیغ کا کام کریں تو دنیا کا کیا نقصان ہو جائے گا۔

(الفضل 17/ جنوری 1945ء)

متوازن طبیعت

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

میری ساری عمر میں میرا نقطہ نگاہ یہ کبھی نہیں ہوا کہ میں غیر معمولی جوش دکھاؤں یا غیر معمولی طور پر اپنے آپ کو جوشوں کے حوالے کر دوں۔ ساری عمر میں مجھے ایک واقعہ یاد ہے اور وہ خلافت سے پہلے کا ہے اس میں کچھ میری عمر کا بھی تقاضا تھا مگر بہرحال ساری عمر میں مجھے وہی واقعہ یاد ہے جس کے متعلق اب مجھے محسوس ہو رہا ہے کہ اس وقت میرے فیصلے کا توازن باقی نہیں رہا تھا اور اگر ایک ساعت اور ایک لحظہ کے اندر اندر میری غلطی مجھ پر واضح نہ ہو جاتی تو شاید مجھ سے کوئی ایسی حرکت ہو جاتی جس کے متعلق بعد میں مجھے شرمندگی محسوس ہوتی اور میں خیال کرتا کہ میں نے جلد بازی سے کام لیا اس واقعہ کے علاوہ مجھے اپنی ساری زندگی میں کوئی ایسا واقعہ نظر نہیں آتا جب میرے ہوش و حواس کھوئے گئے ہوں جبکہ غصہ یا غیرت نے میری عقل کو کمزور کر دیا ہو اور جبکہ میری قوت فیصلہ میں کسی وجہ سے ضعف آ گیا ہو بلکہ ہر حالت میں خواہ وہ خطرناک ہو یا معمولی خواہ حکومت سے تعلق رکھنے والی ہو یا رعایا سے ہمیشہ خدا تعالیٰ کے فضل سے میری عقل میرے جذبات پر غالب رہی ہے اور میری دینی سمجھ میرے جوشوں کی راہنمائی کرتی رہی ہے۔

(خطبات محمود جلد 15 صفحہ 375)

میں نے معاف کر دیا

1932ء میں محترم خواجہ کمال الدین صاحب کی وفات پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اپنی تقریر میں خواجہ صاحب مرحوم کے لئے دعائے مغفرت کرتے ہوئے فرمایا ''اگرچہ خواجہ صاحب نے میری بہت مخالفتیں کیں لیکن انہوں نے حضرت مسیح موعودؑ کے وقت خدمات بھی کی ہیں اس وجہ سے ان کی موت کی خبر سنتے ہی میں نے کہہ دیا کہ انہوں نے میری جتنی مخالفت کی وہ میں نے سب معاف کی۔ خدا تعالیٰ بھی ان کو معاف کرے۔ حقیقت یہ ہے کہ جن بندوں کو خدا تعالیٰ کھینچ کر اپنے مامورین کے پاس لاتا ہے ان میں ہوسکتا ہے کہ غلطیاں بھی ہوں لیکن خوبیاں بھی ہوتی ہیں۔ ہمیں ان خوبیوں کی قدر کرنی چاہئے۔ میں سمجھتا ہوں خلافت کا انکار بڑی خطا ہے خدا تعالیٰ نے اسے بڑا گناہ قرار دیا ہے مگر ہمارا جہاں تک تعلق ہے۔ ہمیں معاف کرنا چاہئے خدا تعالیٰ کے نزدیک اگر ایسے شخص کی نیکیاں بڑھی ہوئی ہوں گی۔ تو وہ اس سے بہتر سلوک کرے گا''

(الفضل یکم جنوری 1933ء)

کسی سے عداوت نہیں

اگست 1924ء میں کابل میں حضرت مولوی نعمت اللہ خان صاحب کو شہید کر دیا گیا اس وقت حضرت مصلح موعودؓ لندن میں تھے۔ آپ نے اس موقع پر ایک جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

باوجود اس کے لمبے عرصہ ظلم کے میں اپنے دل میں افغان گورنمنٹ اور اس کے حکام کے خلاف جذبات نفرت نہیں پاتا۔ اس کے فعل کو نہایت برا سمجھتا ہوں۔ مگر میں اس سے ہمدردی رکھتا ہوں اور وہ میری ہمدردی کی محتاج ہے اگر کوئی شخص یا اشخاص اخلاقی طور پر اس حد تک گر جائیں

کہ ان کے دل میں رحم اور شفقت کے طبعی جذبات بھی باقی نہ رہیں۔ تو وہ یقیناً..... ہماری ہمدردی کے زیادہ محتاج ہیں۔ میں نے آج تک کسی سے عداوت نہیں کی اور میں اپنے آپ کو اس واقعہ کی بناء پر خراب کرنا نہیں چاہتا ہوں اور میں سمجھتا ہوں کہ میرے سچے متبع بھی اس طریق کو اختیار کریں گے......’’میں جانتا ہوں کہ ظلم نہ ظلم سے مٹتے ہیں اور نہ عداوت سے۔ پس میں نہ ظلم کا مشورہ دوں گا اور نہ عداوت کے جذبات کو اپنے دل میں جگہ دوں گا...‘‘

(الفضل 25؍ اکتوبر 1924ء)

الٰہی! تو ان پر رحم کر

10؍ فروری 1925ء کو افغانستان میں قاری نور علی صاحب اور مولوی عبدالحلیم صاحب کو سنگسار کر دیا گیا۔ ان کی شہادت کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا:۔

’’مجھے جس وقت گورنمنٹ کابل کی اس ظالمانہ اور اخلاق سے بعید حرکت کی خبر ملی۔ میں اسی وقت بیت الدعا میں گیا اور دعا کی کہ الٰہی! تو ان پر رحم کر اور ان کو ہدایت دے اور ان کی آنکھیں کھول۔ تا وہ صداقت اور راستی کو شناخت کرکے...... اخلاق کو سیکھیں اور انسانیت سے گری ہوئی حرکات سے وہ باز آجائیں میرے دل میں بجائے جوش اور غضب کے بار بار اس امر کا خیال آتا تھا کہ ایسی حرکت ان کی حد درجہ کی بیوقوفی ہے۔ امیر اور اس کے ارد گرد بیٹھنے والے گزشتہ تاریخ تو جانتے ہوں گے اور تاریخی حالات اس میں انہوں نے پڑھے ہوں گے اگر اس سے بے خبر ہیں تو کم از کم مسلمان کہلانے کی حیثیت سے وہ قرآن تو پڑھتے ہوں گے اور ان حالات کو بھی پڑھتے ہوں گے کہ ظالموں نے اپنے ظلموں سے صادقوں اور راستبازوں کو ذلیل کرنا چاہا اور صداقت اور راستی کے مٹانے کے لئے سر سے پاؤں تک زور مارا۔ مگر آخر کار مٹائے جانے والے وہی ہوئے جو کہ ظالم تھے۔ انہوں نے اس قرآن میں پڑھا ہو گا کہ ظالموں نے راستبازوں کی جماعتوں کو حقیر اور کمزور سمجھا اور اپنی قوت اور طاقت کے گھمنڈ میں ان کو ہر طرح دکھ دینے کی کوشش کی۔ لیکن خدا نے ان کو یہی جواب دیا کہ تم کیا طاقت رکھتے ہو تم سے پہلے تم سے زیادہ طاقتیں رکھنے والی قومیں گزری ہیں جنہوں نے خدا کے راستبازوں کو نابود کرنا چاہا اور جو صداقت وہ لائے اس کو دنیا سے مٹانا چاہا...... مگر باوجود اس کے وہ راستبازوں کا وجود دنیا سے مٹا نہ سکے اور صداقت دنیا میں پھیل کر رہی...اس لئے ان تجربات اور واقعات کی بناء پر اس تقریر کے ذریعہ میں آئندہ آنے والی نسلوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ طاقت اور قوت کے زمانہ میں اخلاق کو ہاتھ سے نہ دیں کیونکہ اخلاق اصل وہی ہیں جو قوت اور طاقت کے وقت ظاہر ہوں۔ ضعیفی اور ناتوانی کی حالت میں اخلاق اتنی قدر نہیں رکھتے جتنی کہ وہ اخلاق قدر رکھتے ہیں جب کہ انسان برسر حکومت ہو۔ اس لئے میں آنے والی نسلوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ جب خدا تعالیٰ ان کو ہماری ان حقیر خدمات کے بدلے میں حکومت اور بادشاہت عطا کرے گا تو وہ ان ظالموں کی ظلموں کی طرف توجہ نہ کریں جس طرح ہم اب برداشت کر رہے ہیں وہ بھی برداشت سے کام لیں اور وہ اخلاق دکھانے میں ہم سے پیچھے نہ رہیں بلکہ ہم سے بھی آگے بڑھیں۔‘‘

(الفضل 19؍ فروری 1925ء)

پھر فرمایا:

’’میں ہرگز ہرگز گورنمنٹ کابل یا وہاں کے متعصب ملانوں کے خلاف کینہ نہیں رکھتا۔ مگر میں سمجھتا ہوں کہ خود ان کو اس روحانی اندھے پن سے بچانے کے لئے جس میں وہ مبتلا ہیں ضروری ہے کہ ان کو یہ محسوس کرایا جائے کہ ہر ایک شریف انسان ان کے اس فعل کو ناپسند کرتا ہے اور اس سے بہت شدت سے متاثر ہے۔

(الفضل 19؍ فروری 1925ء)

خیر مقدم

امیر امان اللہ شاہ افغانستان جس کے عہد میں کئی احمدی شہید کئے گئے 1927ء میں ہندوستان کے دورہ پر آیا۔ اس موقع پر جماعت احمدیہ کی طرف سے خیر مقدمی پیغام بھجوایا گیا۔ حضرت مولوی شیر علی صاحب سیکرٹری حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے تحریر فرمایا:

جماعت احمدیہ اور اس کے مقدس امام کی طرف سے میں ہز مجیسٹی امیر کابل کی خدمت میں ان کے سرزمین ہند میں (جو کہ جماعت احمدیہ کے مقدس بانی کی جائے پیدائش ہے) ورود کے موقع پر نہایت خلوص سے خیر مقدم کہتا ہوں۔ ’’ہم ہز مجیسٹی کی وفادار احمدی رعایا افغانستان کے ساتھ اس دعا میں متحد ہیں کہ ہز مجیسٹی کا سفر یورپ نہایت کامیابی کے ساتھ سر انجام پائے اور آپ اپنی مملکت میں سالماً غانماً واپس تشریف لائیں۔ بہ سرزمینے مبارک باد بسلامت روی و باز آئی‘‘ اس کا ذکر کرتے ہوئے اخبار انقلاب لاہور نے لکھا۔

’’ہمیں یہ معلوم کرکے بے انتہا مسرت ہوئی کہ جماعت احمدیہ قادیان کے امام صاحب نے اعلیٰ حضرت شہر یار غازی افغانستان کے ورود ہند پر اعلیٰ حضرت کی خدمت میں خیر مقدم کا محبت آمیز پیغام بھیج کر اپنی فراخدلی کا ثبوت دیا ہے اور قادیان کے جرائد نے اس پیغام کو نہایت نمایاں طور پر شائع کیا ہے۔

’’آج سے کچھ مدت پیشتر دو تین احمدیوں کے رجم پر جماعت احمدیہ اعلیٰ حضرت شہر یار افغانستان کی حکومت کی سخت مخالف ہو گئی تھی اور ان دنوں میں امام جماعت اور جرائد قادیان نے نہایت تلخ لہجے میں حکومت افغانستان کے خلاف احتجاج کیا تھا... یہ نہایت قابل تعریف بات ہے کہ امام جماعت احمدیہ نے اس ہنگامی وجہ اختلاف کو فراموش کرکے مہمان محترم کا خیر مقدم کیا۔ اس طرز عمل کا اثر ایک طرف عام مسلمانان ہند پر بہت اچھا ہو گا۔ دوسری طرف افغانستان میں رہنے والے احمدیوں کے تعلقات اپنے بادشاہ اور اس کی حکومت کے ساتھ زیادہ خوشگوار ہو جائیں گے۔‘‘

(الفضل 23؍ دسمبر 1927ء)

اپنے اپنے اخلاق

ایک دفعہ ایک سخت مخالف غیر از جماعت دوست کسی کام کے سلسلہ میں حضرت مصلح موعودؓ سے ملنے کے لئے ربوہ آئے۔ ان کی حضرت ام ناصرؓ سے قریبی رشتہ داری بھی تھی اس لئے سیدھے وہاں پہنچے اور پیغام بھجوایا کہ میں نے حضرت صاحب سے ملنا ہے مجھے وقت لے دیں۔ مگر انہوں نے غیرت کی وجہ سے جواب دیا۔ ’’یوں تو آپ میرے خاوند کو گالیاں دیتے ہیں مگر جب کام ہوتا ہے تو سفارش کروانے آجاتے ہیں۔ میں نہ صرف یہ کہ پیغام نہ دوں گی بلکہ آپ سے ملنا بھی پسند نہیں کرتی۔‘‘ وہ صاحب ادھر سے مایوس ہو کر دفتر پرائیویٹ سیکرٹری گئے اور وہاں سے کوشش کرکے ملاقات کا وقت لے لیا۔ کچھ دیر بعد حضور حضرت ام ناصرؓ کے ہاں تشریف لائے اور فرمایا کہ انہی صاحب کے لئے اکرام ضیف کے طور پر ایک دو ڈش مزید تیار کر دو۔ وہ کھانا میرے ساتھ کھائیں گے۔

حضرت ام ناصرؓ نے ان کا پیغام اور اپنا جواب بتایا تو حضور نے فرمایا تم نے تو اپنی غیرت کا اظہار کر دیا ہے مگر اب وہ میرے مہمان ہیں اور رسول اللہ ﷺ نے مہمان کی بڑی عزت رکھی ہے۔ وہ گالیاں دے کر اپنے اخلاق کا مظاہرہ کرتے ہیں اور میں نے سنت رسول ﷺ پر چل کر اپنے اخلاق کا مظاہرہ کرنا ہے۔

(ماہنامہ خالد فروری 1987ء صفحہ 56)

آپ ہمارے پڑوسی ہیں

قادیان میں ایک صاحب ڈاکٹر گوربخش سنگھ تھے۔ وہ جماعت سے عناد رکھتے تھے اور سلسلہ کی برملا مخالفت کیا کرتے تھے بلکہ سرخیل معاندین تھے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ:

’’میری بھانجی ایف۔ اے میں تعلیم پاتی تھی اور اس نے فلاسفی کا مضمون لیا ہوا تھا۔ اس مضمون میں وہ کمزور تھی قادیان میں سوائے احمدیہ جماعت کے افراد کے اور کوئی اعلیٰ تعلیم یافتہ نہ تھا۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ مکرم عبدالسلام صاحب اختر فلاسفی میں ایم۔ اے ہیں میرے ان کے والد ماسٹر علی محمد صاحب بی اے بی ٹی سے اچھے مراسم تھے۔ چنانچہ میں ان کے پاس حاضر ہوا اور اپنی بھانجی کے لئے عبدالسلام صاحب کو ٹیوشن پڑھانے کی اجازت دینے کی درخواست کی۔ ماسٹر صاحب فرمانے لگے: میرا بیٹا عبدالسلام واقف زندگی ہے اور اس کے وقت کا ایک ایک منٹ حضرت صاحب کے تحت حکم ہے۔ اگر حضرت صاحب اجازت دے دیں تو وہ بخوشی یہ خدمت بجا لا سکتا ہے۔ ان دنوں میں نے حضرت صاحب اور جماعت کے خلاف کچھ مقدمات کئے ہوئے تھے اور میرے تعلقات حضور کے ساتھ کشیدہ تھے۔ لہٰذا میں حضرت صاحب کی خدمت میں مکرم عبدالسلام صاحب کو اجازت دینے کے لئے کہنا نہ چاہتا تھا۔ لیکن جب پڑھانے کا کوئی اور انتظام نہ ہو سکا تو مجبوراً میں نے حضور کی خدمت میں اپنی غرض کے لئے ایک رقعہ لکھا۔ حضور نے اس پر بخوشی عبدالسلام صاحب کو جانے کی اجازت دے دی۔ چنانچہ مکرم عبدالسلام صاحب کئی ماہ تک میری بھانجی کو پڑھاتے رہے۔ میں نے ان کو ٹیوشن فیس دینا چاہی لیکن انہوں نے کہا کہ میں حضرت صاحب کے حکم کے ماتحت بطور ڈیوٹی پڑھا رہا ہوں اس کا معاوضہ لینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوا۔ نتیجہ نکلنے پر یہ لڑکی بہت اچھے نمبروں میں پاس ہوئی اور میں ایک تھال میں مٹھائی اور مبلغ دس روپے لے کر عبدالسلام صاحب کے گھر پہنچا۔ انہوں نے کہا کہ میں یہ مٹھائی اور روپے نہیں لے سکتا۔ اگر آپ چاہیں تو حضرت صاحب کے پاس لے جائیں۔ میں نے وہ مٹھائی حضور کی خدمت میں بھجوائی۔ حضور نے بچی کو مبارکباد دی اور فرمایا کہ آپ ہمارے پڑوسی ہیں۔ میں نے جو بچی کی پڑھائی کا انتظام کیا ہے وہ کسی معاوضے کے لئے نہیں تھا۔ حضور نے مٹھائی دفتر پرائیویٹ سیکرٹری کے ذریعہ تقسیم کرا دی اور رقم مجھے واپس کر دی۔‘‘

(مجلۃ الجامعہ مصلح موعودؓ نمبر صفحہ 151)

ہمدردی کا چشمہ

ایک شخص تھا ’’فخر الدین ملتانی‘‘ ایک فتنہ کا بانی مبانی۔ اس نے اپنی زبان سے، قلم سے حضرت محمود اور آپ کے اہل بیت کے خلاف انتہائی سب وشتم اور بہتان طرازی سے کام لیا۔ اس کی اشتعال انگیزی حد سے بڑھی ہوئی تھی اور اس کا دل حضرت مسیح موعود کے خاندان اور حضرت مصلح موعودؓ کے لئے بغض وعناد سے بھرا ہوا تھا۔ لیکن جب وہ فوت ہوگیا تو اس کی

بیوی حضور کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اپنی مالی تنگی اور سامان خورونوش سے تہی دستی کا ذکر کرتے ہوئے امداد کی درخواست کی۔ باوجود اس کے کہ فخرالدین ملتانی اور اس کے ساتھیوں کے فعل سے احمدیوں اور حضور کے دل زخمی تھے اور اس کا پیدا کردہ فتنہ جاری تھا مگر یہ مجسم حلم وجود۔شفقت و رأفت کا پیکر اس کنبے کی زبوں حالی پر درد سے بھر گیا اور ہمدردی خلق کا چشمہ آپ کے دل میں موجزن ہوا اور آپ نے ان کے لئے سامان خورونوش فراہم کرنے کا انتظام کیا جبکہ فخرالدین کے نام نہاد دوست اس کی کوئی بھی مالی مدد نہ کر سکے۔

حضور نے اعلان فرمایا تھا کہ آپ سوائے اپنے رشتہ داروں یا واقفین کے دوسرے احباب جماعت کے نکاحوں کا اعلان کرنے کی فرصت نہ نکال سکیں گے لیکن جب فخرالدین ملتانی کے لڑکے نے کہا کہ اگر اس کی ہمشیرہ کا نکاح خود حضور پڑھانا منظور فرماویں تو تب ہی اس کا رشتہ احمدیوں میں ہو سکتا ہے ورنہ کوئی احمدی اس کا رشتہ قبول کرنے کے لئے تیار نہ ہوگا تو آپ نے یہ درخواست قبول کرتے ہوئے فخرالدین کی لڑکی کے نکاح کا اعلان خود فرمایا۔

(مجلۃ الجامعہ مصلح موعودؓ نمبر صفحہ 154)

آخری ایام کی خدمت

جماعت احمدیہ کے ایک دیرینہ معاند اور ایک بہت بڑے اخبار نویس مولوی ظفر علی خان بیمار ہو کر مری میں صاحب فراش تھے۔ وہ فالج کی بیماری میں مبتلا تھے اور نہایت کسمپرسی کے عالم میں اپنی زندگی کے آخری دن گزار رہے تھے۔حضرت مصلح موعودؓ کو علم ہوا۔تو آپ برداشت نہ کر سکے اور ڈاکٹر غلام مصطفےٰ صاحب کو بغرض علاج بھجوایا اور ادویہ کے لئے اپنی جیب خاص سے رقم مرحمت فرمائی۔اس سلسلہ میں جناب عبدالحکیم صاحب عامر کا بیان ہے کہ:

''ایک سال پیشتر جب آغا صاحب (شورش کاشمیری صاحب مدیر چٹان۔ ناقل) سخت علیل تھے قادیانیوں کے روحانی پیشوا (مراد حضرت خلیفۃ المسیح الثالث) نے ایک پیغام کے ذریعے آپ کو غیر ملکی دوائیوں کی پیشکش کی......مولانا ظفر علی خان کی علالت کے دنوں میں جبکہ وہ مری میں مقیم تھے، قادیانیوں کے روحانی پیشوا سے مولانا کو بھی اس قسم کی پیشکش کی گئی تھی۔''

(نوائے وقت 30/ اکتوبر 1975ء)

یہ وہ نمونہ ہے جو آپ نے چھوڑا ہے اور اپنے مصلح موعود ہونے کی ایک عظیم علامت پوری کر کے دکھائی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں آپ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

م م محمود

سو سال قبل کا الفضل

19/ فروری 1923ء دو شنبہ (سوموار)

مطابق 29/ جمادی الثانی 1341 ہجری

الفضل ہذا کا صفحہ اول دستیاب نہ ہو سکا۔

صفحہ دوم پر ایک اعلان شائع ہوا ہے۔ اس اعلان کا ذکر کرنا خاکسار یہاں ضروری سمجھتا ہے۔ مذکورہ اعلان نور محمد صاحب ملانوالہ کی جانب سے ہے جن کا تعلق فیروز پور سے تھا۔انہوں نے لکھا کہ:

''میری ہمشیرہ فوت ہوگئیں۔گاؤں میں سخت مخالفت تھی۔ اس لیے حالات تو ایسے تھے کہ قبرستان میں بھی دفن نہ کرنے دیں گے۔ مگر دعا بہت کی اور ہمارا استقلال دیکھ کر چالیس آدمی جنازہ میں شامل ہوئے۔''

وقت بدلا ہے فقط ہیں سبھی حالات وہی
گرچہ انساں ہیں نئے خُو بُو عادات وہی

صفحہ 3 اور 4 پر میثاق النبیین کے عنوان سے ایک مضمون شائع ہوا ہے۔

صفحہ نمبر 4 پر ایک ماسٹر علی محمد صاحب کا ایک مختصر مضمون زیر عنوان ''میثاق النبیین'' شائع ہوا ہے جس میں انہوں نے عیسائی حضرات کے اس ناقابلِ فہم عمل کا دلچسپ انداز میں ذکر کیا ہے کہ وہ صلیب جس نے ان کے مقدس نبیؑ کو اذیت میں مبتلا کیا۔ اُسے وہ سینے سے لگا کر رکھتے ہیں، گرجوں کی زینت بناتے ہیں اور برکت کا حصول خیال کرتے ہیں۔

صفحہ 5 اور 6 پر فضل حسین صاحب احمدی مہاجر کے تین مختصر مضامین درج ذیل عناوین کے تحت شائع ہوئے ہیں۔

1۔جگت کا عیسیٰ
2۔اسلامی جہاد اور ایک ہندو صاحب قلم
3۔بانی آریہ سماج کی تاریخ دانی کے چند نمونے

صفحہ 6 پر حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ کا ایک نہایت دلچسپ مکالمہ ''مشرق اور مغرب'' کے عنوان سے شائع ہوا ہے۔ یہ مکالمہ حضرت مولوی صاحبؓ نے مسلم سن رائز میں تحریر فرمایا تھا۔جس کا عکس اس تبصرہ میں دیا جارہا ہے۔آپؓ نے لکھا:

''مشرق میں میرے ناظرین رسالہ کو یہ بات مضحکہ انگیز معلوم ہوگی کہ لوگ اس ملک (امریکہ) میں عام طور سے اپنی بیویوں کو 'والدہ' یا 'ماں' کہتے ہیں اور یہ بات صرف بچوں کو سکھلانے کے لیے کہی جاتی ہے۔ جب میں اپنے دوست ایم آجون کی ملاقات کے واسطے گیا تھا۔اس کی پیاری چھوٹی لڑکی جو عام طور سے لوگوں کو اپنی بیویوں کے ساتھ آتے دیکھا کرتی تھی، بڑی ہمدردی کے ساتھ میرے قریب آئی اور سادگی سے سوال کیا۔

لڑکی: آپ کی والدہ کہاں ہے؟

مَیں: لڑکی میری والدہ نہیں ہے۔

لڑکی: اے ہے! آپ کی کوئی والدہ نہیں ہے۔ پھر کیوں آپ خرید

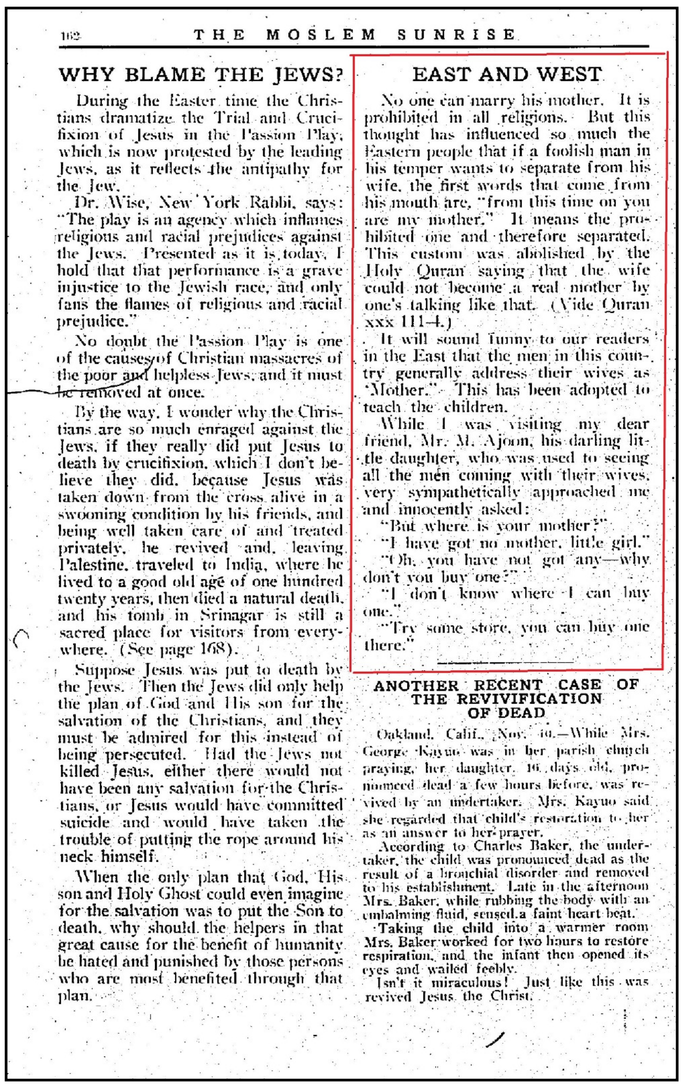

162 THE MOSLEM SUNRISE

WHY BLAME THE JEWS?

During the Easter time the Christians dramatize the Trial and Crucifixion of Jesus in the Passion Play, which is now protested by the leading Jews, as it reflects the antipathy for the Jew.

Dr. Wise, New York Rabbi, says: "The play is an agency which inflames religious and racial prejudices against the Jews. Presented as it is today, I hold that that performance is a grave injustice to the Jewish race, and only fans the flames of religious and racial prejudice."

No doubt the Passion Play is one of the causes of Christian massacres of the poor and helpless Jews, and it must be removed at once.

By the way, I wonder why the Christians are so much enraged against the Jews, if they really did put Jesus to death by crucifixion, which I don't believe they did, because Jesus was taken down from the cross alive in a swooning condition by his friends, and being well taken care of and treated privately, he revived and, leaving Palestine, traveled to India, where he lived to a good old age of one hundred twenty years, then died a natural death, and his tomb in Srinagar is still a sacred place for visitors from everywhere. (See page 168).

Suppose Jesus was put to death by the Jews. Then the Jews did only help the plan of God and His son for the salvation of the Christians, and they must be admired for this instead of being persecuted. Had the Jews not killed Jesus, either there would not have been any salvation for the Christians, or Jesus would have committed suicide and would have taken the trouble of putting the rope around his neck himself.

When the only plan that God, His son and Holy Ghost could even imagine for the salvation was to put the Son to death, why should the helpers in that great cause for the benefit of humanity be hated and punished by those persons who are most benefited through that plan.

EAST AND WEST

No one can marry his mother. It is prohibited in all religions. But this thought has influenced so much the Eastern people that if a foolish man in his temper wants to separate from his wife, the first words that come from his mouth are, "from this time on you are my mother." It means the prohibited one and therefore separated. This custom was abolished by the Holy Quran saying that the wife could not become a real mother by one's talking like that. (Vide Quran xxx 111-4.)

It will sound funny to our readers in the East that the men in this country generally address their wives as "Mother." This has been adopted to teach the children.

While I was visiting my dear friend, Mr. M. Ajoon, his darling little daughter, who was used to seeing all the men coming with their wives, very sympathetically approached me and innocently asked:

"But where is your mother?"

"I have got no mother, little girl."

"Oh, you have not got any—why don't you buy one?"

"I don't know where I can buy one."

"Try some store, you can buy one there."

ANOTHER RECENT CASE OF THE REVIVIFICATION OF DEAD

Oakland, Calif., Nov. 10.—While Mrs. George Kayuo was in her parish church praying, her daughter, 16 days old, pronounced dead a few hours before, was revived by an undertaker. Mrs. Kayuo said she regarded that child's restoration to her as an answer to her prayer.

According to Charles Baker, the undertaker, the child was pronounced dead as the result of a bronchial disorder and removed to his establishment. Late in the afternoon Mrs. Baker, while rubbing the body with an embalming fluid, sensed a faint heart beat.

Taking the child into a warmer room Mrs. Baker worked for two hours to restore respiration, and the infant then opened its eyes and wailed feebly.

Isn't it miraculous! Just like this was revived Jesus the Christ.

نہیں لیتے؟

مَیں: مجھے نہیں معلوم کہ کہاں سے خریدوں؟

لڑکی: کسی دکان میں تلاش کر کے وہاں سے ایک خرید لیجیے۔''

صفحہ 7 اور 8 پر ہندوستان اور ممالک غیر کی خبریں شائع ہوئی ہیں۔

مذکورہ بالا اخبار کے مفصل مطالعے کے لیے درج ذیل link ملاحظہ فرمائیں:

https://www.alislam.org/alfazl/rabwah/A19230219.pdf

بقیہ: یوم مصلح موعودؓ منانے کے اغراض و مقاصد...... از صفحہ 7

15/ دسمبر 1922ء کو آپؓ نے جو مضمون تحریر فرمایا اس کی اوّلین مخاطب گو قادیان کی مستورات تھیں لیکن درحقیقت یہ ایک بین الاقوامی تنظیم کی بنیادی دستاویز تھی۔ اس مضمون کے حرف حرف سے خدمت اسلام کا توانا عزم و حوصلہ جھلکتا ہے۔ جس میں آپؓ نے مستورات کو ایک لائحہ عمل دیا۔ اس مقصد کے حصول کے لیے سترہ ضروری امور اس اولوالعزم ہستی نے تجویز فرمائے۔ ان میں علم حاصل کرنا اور دوسروں تک علم پہنچانا، اسلام کی حقیقی تعلیمات جاننا اور ان پر عمل کرنا، جماعت میں اتفاق اور وحدت کی روح قائم رکھنے کی کوشش کرتے رہنا، اخلاق اور روحانیت کی اصلاح کی ہمہ وقت سعی کرنا، بچوں میں خدا اور رسولِ خدا ﷺ، حضرت مسیح موعودؑ اور خلفائے کرام کی محبت پیدا کرنا، خلافت کی اطاعت کا درس دینا اور سب سے اہم یہ دعا کرنا کہ ہمیں وہ مقاصد الہام ہوں جو ہماری پیدائش میں خالق حقیقی نے مدنظر رکھے ہیں۔

اللہ کرے کہ ہماری زندگیوں کا مقصد خدا تعالیٰ اور رسولِ خدا ﷺ کی محبت اور اطاعت ہو۔ اس تنظیم کے 100 سال پورے ہونے کی خوشی میں لجنہ اماء اللہ تنظیم کی ہر ممبر اپنے عہد کی تجدید کرتی ہے کہ: میں اقرار کرتی ہوں کہ اپنے مذہب اور قوم کی خاطر اپنی جان، مال، وقت اور اولاد کو قربان کرنے کے لئے تیار رہوں گی نیز سچائی پر ہمیشہ قائم رہوں گی اور خلافت احمدیہ کے قائم رکھنے کے لئے ہر قربانی کے لئے تیار رہوں گی۔ ان شاءاللہ

اللہ اس عہد کو اس کی روح کے مطابق ہمیں نبھانے کی توفیق دے تا ہم واقعی خدا کے حضور ''اماء اللہ'' یعنی اللہ کی باندیاں لکھی جائیں۔ آمین

انجینئر محمود مجیب اصغر۔سویڈن

حضرت مصلح موعودؓ کی زندہ یادیں

اے فخرِ رسل! قرب تو معلوم شد
دیر آمدہ ز راہ دور آمدہ

اے رسولوں کے فخر! تیرا خدا کے نزدیک مقام
قرب مجھے معلوم ہوگیا ہے تو دیر سے آیا ہے
(اور) دور کے راستہ سے آیا ہے

نورٌ علی نورٍ

نُوۡرٌ عَلٰی نُوۡرٍ ؕ یَہۡدِی اللّٰہُ لِنُوۡرِہٖ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَیَضۡرِبُ اللّٰہُ الۡاَمۡثَالَ لِلنَّاسِ

(النور:36)

یعنی یہ نور علی نور ہے۔ اللہ اپنے نور کی طرف جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور اللہ لوگوں کے لئے مثالیں بیان کرتا ہے۔

یہاں نور سے مراد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرمایا

نور لائے آسماں سے خود بھی وہ اک نور تھے
قوم وحشی میں اگر پیدا ہوئے کیا جائے آر

یہ نور علی طور پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو عطا کیا گیا جیسا کہ فرمایا:

مصطفیٰ پر تیرا بے حد ہو سلام اور رحمت
اس سے یہ نور لیا بار خدایا ہم نے

آگے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جب اللہ تعالیٰ سے آسمانی نشان مانگا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو مصلح موعودؓ کی بشارت دی اور فرمایا ''نور آتا ہے نور جسے خدانے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا ہو۔''

مسیح موعود کا چہرہ

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے 15/ نومبر 1906ء کو حضرت مسیح موعود کی موجودگی میں حضرت مرزا شریف احمدؓ کے نکاح کا اعلان کیا اور خطبہ نکاح میں فرمایا ''۔خدا کا مامور ہمارے سامنے موجود ہے اور خود اس مجلس میں موجود ہے۔ ہم اس کے چہرہ کو دیکھ سکتے ہیں۔ یہ ایک ایسی نعمت ہے کہ ہزاروں ہزار ہم سے پہلے گزرے جن کے دل میں خواہش تھی کہ وہ اس کے چہرہ کو دیکھ سکتے پر انہیں یہ بات حاصل نہ ہوئی اور ہزاروں ہزار اس زمانہ کے بعد آئیں گے جو یہ خواہش کریں گے کہ کاش!وہ مامور کا چہرا دیکھتے پر ان کے واسطے یہ وقت پھر نہ آئے گا''

(خطبات نور صفحہ 238)

اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ کو پیشگوئی مصلح موعود میں جو 20/ فروری 1886ء کو شائع ہوئی فرمایا:''وہ اولوالعزم ہو گا اور حسن و احسان میں تیرا نظیر ہو گا''

اللہ تعالیٰ نے خود بذریعہ الہام حضرت مصلح موعودؓ کی زبان پر جاری کیا:

أنا المسیح الموعود مثیلہ و خلیفتہ

کہ میں بھی مسیح موعود ہوں یعنی اس کا مثیل اور خلیفہ ہوں۔

850 - 900 سال قبل ایک ولی نعمت اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے پیشگوئی فرمائی تھی:

دور او چوں شود بکام۔ پسرش یادگار مے بینم

یعنی جب مہدی وقت وعیسی دوراں کا زمانہ کامیابی سے گزر جائے گا تو اس کے نمونہ پر اس کا لڑکا یادگار رہ جائے گا اور اس کے رنگ میں رنگین ہو گا۔

مصلح موعودؓ کا چہرہ

یہ میری خوش نصیبی ہے کہ مجھے مثیل مسیح موعودؑ حضرت مصلح موعودؓ کا نورانی چہرہ دیکھنا نصیب ہوا۔ جو عشق الٰہی وسے منہ پر ولیاں ایہہ نشانی کا مصداق تھا اور جس کے بارے میں خدانے خود کہا تھا ''نور آتا ہے نور جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا ہو''۔ میں نے آپ کی زیارت کی۔ چند تقاریر سنیں۔ دعاؤں کے خطوط لکھے۔ آپ کی لمبی بیماری کے دوران نفلی روزے رکھے۔ آپ کی وفات پر آپ کے نورانی چہرہ کی آخری بار زیارت کی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی پہلی بیعت عام میں شامل ہوا۔ آپ کی نماز جنازہ میں شامل ہوا جو 50 ہزار لوگوں نے ادا کی اور آپ کے بلند مرتبہ کی وجہ سے ایک اضافی تکبیر کہی گئی۔

عشق الٰہی وسے منہ پر ولیاں ایہہ نشانی

میری پیدائش 30/ نومبر 1944ء کی ہے۔ جب کہ اس سال کے شروع میں آپ نے مصلح موعود ہونے کا اعلان فرمایا تھا۔

ہماری رہائش حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کے مولد و مسکن بھیرہ میں تھی اور والد صاحب اپنے بیوی بچوں کو باری باری جلسہ سالانہ پر ربوہ لے جاتے تھے۔

پہلی مرتبہ (جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے) میں نے بہت بچپن میں آپ کا نورانی چہرہ اپنی والدہ کے ساتھ دیکھا جب حضور مستورات کی ملاقات کے لئے قصر خلافت کی بالکونی پر نمودار ہوئے۔ اس وقت یہی طریق تھا کہ مردوں کی ملاقات ضلع وار ہوتی تھی اور عورتیں بالکونی سے حضرت مصلح موعودؓ کی زیارت کرتی تھیں۔

مجھے بچپن سے مصلح موعود کی اکثر خواب میں زیارت ہوتی تھی۔ میں آپ کو اپنے صحابہ آباؤاجداد کے چھوٹے سے گھر کی چھت پر کرسی پر بیٹھے ہوئے دیکھتا تھا۔

خدا میری طرف دوڑا ہوا آرہا ہے

1953ء میں جماعت کے خلاف مخالف کی لہر دوڑ گئی۔حضور کا پیغام سنایا گیا کہ آپ نے کشفاً دیکھا کہ ''خدا میری طرف دوڑا آرہا ہے'' میں اس وقت تیسری جماعت میں پڑھتا تھا۔ یہ اس وقت سے میرے

ذہن پر نقش ہے۔ آپ کا اللہ تعالیٰ سے بے حد تعلق تھا۔ جب بھی کوئی مشکل آتی ہمارا گھرانا آپ کو دعا کے لئے لکھتا اور اللہ تعالیٰ وہ مشکل آپ کی دعا اور قوت قدسیہ سے دور کر دیتا۔

جلسہ سالانہ پر تقاریر

اسکول کے زمانے میں جب کہ میں ابھی اطفال الاحمدیہ میں تھا چند بار والد صاحب کے ساتھ جلسہ سالانہ ربوہ جانے کا اتفاق ہوا۔ آپ کی تلاوت اتنی شاندار ہوتی تھی کہ یوں لگتا تھا کہ دل سینے سے باہر آرہا ہے۔ آپ کی نہایت ولولہ انگیز تقریر ہوتی تھی۔ آپ کی سٹیج پر آمد پر ساری جلسہ گاہ میں ایک خوشی کی لہر دوڑ جاتی تھی اور سارا پنڈال نعرہ ہائے تکبیر اللہ اکبر کے پر جوش نعروں سے گونج اٹھتا تھا۔ آپ کے افتتاحی خطاب کے بعد عموماً آپ کے بڑے صاحبزادے حضرت مرزا ناصر احمد صاحب کی تقریر ہوتی تھی۔ آپ کچھ دیر بیٹھ کر ان کی تقریر سنتے تھے پھر چلے جاتے تھے اور جلسہ کی کاروائی جاری رہتی تھی۔ پھر آپ ظہر عصر کی نمازیں پڑھانے کے لئے جلسہ گاہ میں تشریف لاتے تھے۔

آپ تیز تیز تقریر کرتے تھے لیکن ہر لفظ دل میں اتر رہا ہوتا تھا۔ تقریر میں ہنسا بھی دیتے تھے اور رلا بھی دیتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ نے ساری جماعت کو کھڑا کر کے کوئی عہد بھی لیا تھا غالباً خلافت کے بارے میں۔

20/ اپریل 1952ء کو حضرت ام المؤمنین کا وصال ہوا۔ 1953ء میں جماعت کے خلاف فسادات ہوئے۔ آپ کو جسٹس منیر اور جسٹس کیانی کی عدالت میں طلب کیا گیا اور 10/ مارچ 1954ء کو آپ پر مسجد مبارک ربوہ میں قاتلانہ حملہ ہوا۔ اس وجہ سے آپ بیمار رہنے لگے۔ 1955ء میں آپ علاج کے لئے یورپ تشریف لے گئے۔ وہاں بھی آرام نہ کیا اور دن رات مبلغین کے ساتھ میٹنگز اور جماعت کی تربیت اور ترقی کے کاموں میں لگے رہے۔

واپس آ کر آپ مسلسل بیمار رہنے لگے۔ مجھے یاد ہے ایک بار جلسہ سالانہ پر اعلان ہوا کہ حضور کو ڈاکٹروں نے جلا پر جانے سے روک دیا ہے

اور آپ تشریف نہیں لائیں گے۔ لیکن ظہر سے کچھ پہلے ڈاکٹروں کی ہدایت کے خلاف اچانک جلسہ گاہ میں تشریف لے آئے اور بیماری کی حالت میں بہت تیز تیز تقریر فرمائی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر پر اس قسم کے الفاظ تھے۔ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں گالیاں کھانے کے لئے آئے تھے۔ پتھر کھانے کے لئے آئے تھے۔ ان جذبات سے روتے چلے جاتے تھے اور یہی کیفیت سامعین کی تھی۔ پھر آپ نے بہت جلد جلد نماز ظہر وعصر پڑھائیں اور واپس تشریف لے گئے۔

میں 1960ء میں گورنمنٹ ہائی اسکول بھیرہ سے میٹرک کر کے تعلیم الاسلام کالج ربوہ میں داخل ہوا۔ ان دنوں آپ صاحب فراش تھے۔ نہ ہی جمعہ پڑھانے آتے تھے اور نہ ہی جلسہ سالانہ پر تقریر کرتے ہیں۔ جلسہ سالانہ پر آپ کا تحریری پیغام حضرت مرزا بشیر احمدؓ پڑھ کر سناتے تھے۔ ایک بار حضرت مولانا جلال الدین شمسؓ نے سنایا تھا۔

حضرت مرزا شریف احمدؓ

1961ء میں جلسہ سالانہ کے دوسرے روز حضرت مرزا شریف احمدؓ کا انتقال ہو گیا۔ اس کا اعلان حضرت مرزا بشیر احمدؓ نے کیا اور بعد نماز عصر بہشتی مقبرہ میں نماز جنازہ پڑھائی۔ کہتے ہیں کہ حضرت مصلح موعودؓ کی بیماری کی وجہ سے اطلاع نہ دی گئی لیکن اللہ تعالیٰ نے الہاماً آپ کو ان کی وفات کی خبر دی۔

جلسہ سالانہ پر ملاقاتیں

بیماری کے باوجود جلسہ سالانہ پر ملاقاتوں کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔ مجھے یاد ہے حضور بستر پر لیٹے ہوتے تھے اور دوست احباب پاس سے گزر جاتے تھے۔ بولنے کی اجازت نہ تھی۔ ضلع سرگودھا کی ملاقاتوں کے دوران حضرت مرزا عبدالحق صاحب کرسی پر بستر پر لیٹے ہوتے تھے اور تعارف کرواتے جاتے تھے۔ سلام عرض کر کے لوگ پاس سے گزر جاتے۔ حضور دیکھ رہے ہوتے تھے اور پہچان رہے ہوتے تھے لیکن بات کرنے کی اجازت نہ تھی۔ ہر ملنے والے کے لئے حضور زیر لب دعا کر رہے ہوتے تھے۔ میرے والد صاحب نے میٹرک تعلیم الاسلام سکول قادیان سے کیا تھا اور حضور ان کو اچھی طرح جانتے اور پہچانتے تھے اس لئے ہمیں بھی پہچان لیتے تھے۔ میرے بڑے بھائی محمد عبداللطیف شاہد صاحب نے مجھے بتایا کہ ایک مرتبہ مرزا عبدالحق صاحب کی غیر موجودگی میں حضور نے ہمارے والد صاحب کو ساتھ بٹھا لیا اور فرمایا کہ احباب کا تعارف کرواتے جائیں۔

میں تیز قدم ہوں کاموں میں

حضرت مصلح موعودؓ نے اپنی زندگی میں بے حد کام کیا، فرمایا:

میں تیز قدم ہوں کاموں میں
بجلی ہے میری رفتار نہیں

ایک روز پنجاب یونیورسٹی کے کچھ طالب علم ریسرچ کے لئے ربوہ تشریف لے گئے وہ حضور سے ملنا چاہتے تھے لیکن حضور کی بیماری کی وجہ سے ان کو اجازت نہ ملی۔ تاہم ان کی ملاقات حضور کے ایک صاحبزادے اور معالج ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب سے کروائی گئی۔ پوچھا کہ حضور کو کیا ہے؟۔ انہوں نے کہا کہ انسان کے اعضاء جتنے کام کے لئے بنے ہوتے ہیں حضور نے اس سے زیادہ کام لیا ہے اور اب اعضاء جواب دے چکے ہیں۔ اور بہت ضعف ہو گیا ہے۔

لمبی بیماری

آپ کی بیماری کے دوران آپ کی ہمشیرہ حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ نے بڑی درد ناک نظم لکھی جو الفضل میں شائع ہوئی۔

آج فرزند مسیح الزماں بیمار ہے
دعویٰ داران محبت سو گئے جا کر کہیں
قوم احمد جاگ تو بھی جاگ اس کے واسطے
ان گنت راتیں جو تیرے درد میں سویا نہیں

ان دنوں مرکز کی طرف سے سوموار اور جمعرات کو نفلی روزہ رکھنے کی تحریک تھی۔ میں اس وقت انجینئرنگ یونیورسٹی لاہور میں پڑھتا تھا اور ہوسٹل میں رہتا تھا۔ ہوسٹل میں mess سے رات کو ایک ایکسٹرا حاضری لگوا کر کھانا کمرے میں رکھ لیتا اور ہیٹر پر گرم کر کے سحری کر لیتا۔

8/ نومبر 1965ء بروز سوموار قدرتی طور پر میرا روزہ miss ہو گیا۔ فجر سے کچھ پہلے میرے دروازے پر knock ہوا۔ میرے ایک کلاس فیلو ملک لال خان صاحب جواب کینیڈا کے امیر ہیں نے رو کر بتایا کہ حضور کا انتقال ہو گیا ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ

آخری زیارت

ہم طالب علم اپنے اپنے طور پر لاہور سے بس پر ربوہ پہنچ گئے۔ آپ کی dead body کی برف کی سلوں کے درمیان زیارت کی اور اس نورانی چہرہ کو آخری بار دیکھا جو نور علی نور تھا۔

انتخاب خلافت ثالثہ اور جنازہ

اسی روز 8/ نومبر 1965ء کو مغرب و عشاء کی نمازوں کے بعد انتخاب خلافت ہوا اور حضرت حافظ مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالثؒ منتخب ہوئے۔ بیعت عام میں ہم سب بھاگ کر مسجد مبارک ربوہ میں اکٹھے ہو گئے اور حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی دستی بیعت کی۔ ساری مسجد باہر تک لوگوں سے لبالب بھری ہوئی تھی۔

اگلے روز 9/ نومبر بروز منگل قصر خلافت سے آپ کا تابوت چارپائی پر رکھ کر اور دونوں طرف لمبے لمبے بانس باندھ کر گولبازار کے راستے بہشتی مقبرہ لے جایا گیا تا کہ کثرت سے لوگ کندھا دے سکیں۔ اکثر لوگ روتے جاتے تھے اور درود پڑھتے تھے۔ گولبازار سے ہو کر ہسپتال کے آگے سے گزرتے ہوئے چنیوٹ سرگودھا روڈ کراس کی گئی اور بہشتی مقبرہ کے پہلے گیٹ سے جو سب بند ہوتا ہے اندر داخل ہوئے اور 50 ہزار لوگوں نے بڑے ڈسپلن کے ساتھ آپ کی نماز جنازہ پڑھی۔ آپ کے جنازہ کا نوشہ جناب ثاقب زیروی صاحب نے بڑے جذباتی انداز میں اتارا تھا جس کا ایک شعر کچھ اس طرح تھا۔

دن ڈھلا تو غمگساروں کا قافلہ
کاندھے پہ آفتاب اٹھا کے چلا

آپ کی نماز جنازہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے پڑھائی۔ نماز جنازہ سے پہلے آپ نے مائیک پر ایک اہم اعلان فرمایا؛

میں چاہتا ہوں کہ نماز جنازہ سے قبل ہم سب مل کر اپنے رب رؤوف کو گواہ بنا کر اس مقدس منہ کی خاطر جو چند گھڑیوں میں ہماری آنکھوں سے اوجھل ہونے والا ہے اپنے اس عہد کی تجدید کریں اور وہ عہد یہ ہے کہ ہم دین اور دین کے مصالح کو دنیا اور اس کے سب سامانوں اور اس کی ثروت اور وجاہت پر ہر حال میں مقدم رکھیں گے اور دنیا میں دین کی سربلندی کے لئے مقدور بھر کوشش کرتے رہیں گے۔

حضرت مصلح موعودؓ کے اعلیٰ مقام کی وجہ سے آپ کی نماز جنازہ میں ایک اضافی تکبیر کہی گئی۔ نماز جنازہ کے بعد احباب کو تدفین تک اپنی جگہ کھڑے رہنے کی ہدایت تھی۔ آپ کو حضرت ام المؤمنین نصرت جہاں بیگمؓ حرم حضرت اقدس مسیح موعود علیہا السلام کے پہلو میں دفن کیا گیا۔ تدفین کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے لمبی پرسوز دعا کروائی۔ اس طرح حضرت مصلح موعودؓ کی زندگی کا سفر جو 12/ جنوری 1889ء کو شروع ہوا تھا اپنی تکمیل کو پہنچا۔

كُلُّ مَنۡ عَلَيۡهَا فَانٍ ﴿۲۷﴾ وَّيَبۡقٰى وَجۡهُ رَبِّكَ ذُو الۡجَلٰلِ وَالۡاِكۡرَامِ ﴿۲۸﴾

جسے حاصل ہے اماں جانؓ کا شرفِ نگہبانی

خلیفۃ المسیح الثانیؓ جس تنظیم کے بانی
جسے حاصل ہے اماں جانؓ کا شرفِ نگہبانی

صدی پوری ہوئی ہے آج پھر تجدید کا دن ہے
سماں جشن تشکر کا ہے گویا عید کا دن ہے

ہم اپنی جوبلی کا دن نوافل سے سجائیں گی
کہ ہم لجنہ اماء اللہ ہیں، دنیا کو بتائیں گی

بہت اعلیٰ مقاصد کی ہمیں تکمیل کرنی ہے
ہر اک حکمِ خلیفہ کی ہمیں تعمیل کرنی ہے

ہمیں بھی ام عمارہ کے نقش پا پہ چلنا ہے
جہادِ سیف سے بڑھ کر جہادِ نفس کرنا ہے

ہم اپنے عہد وپیماں کو وفا کر کے دکھائیں گی
کہ ہم لجنہ اماء اللہ ہیں، دنیا کو بتائیں گی

عائشہ کلیم۔جرمنی

محمد عمر تماپوری۔ انڈیا

حاصل مطالعہ

حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی ایک یادگار تحریر

حضرت امام جماعت احمدیہ خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے آخری لمحات

ہمارے نہایت ہی پیارے امام، میرے محبوب روحانی اور جسمانی باپ حضرت اقدس امام جماعت احمدیہ الثانی کی بیماری کے آخری چند لمحات کی یاد ایک نہ مٹنے والا نقش ہے۔

شام سے طبیعت زیادہ خراب تھی اور مسلسل سانس کو درست رکھنے کے لئے آکسیجن دی جارہی تھی۔ چھاتی میں رسوب زیادہ بھر رہا تھا جسے بار بار نکالنے کی ضرورت پیش آتی تھی اور مکرم محترم ڈاکٹر قاضی مسعود احمد صاحب اور برادرم ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب بار بار معائنہ فرماتے اور رسوب کا اخراج خود اپنے ہاتھوں سے کرتے رہے۔ بچوں میں سے دو تو ڈیوٹی پر تھے اور باقی تمام ویسے ہی جمع تھے۔ خاندان کے بڑے چھوٹے سبھی کے دل اندیشوں کی آماجگاہ بنے ہوئے تھے۔ تاہم زبان پر کوئی کلمہ بے صبری کا نہ تھا اور امید کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹا تھا۔ اندیشے دھوئیں کی طرح آتے اور جاتے تھے۔ توکل علی اللہ اور نیک امید غیر متزلزل چٹان کی طرح قائم تھے۔ وہ جو صاحب تجربہ نہیں شاید اس بظاہر متضاد کیفیت کو نہ سمجھ سکیں لیکن وہ صاحب تجربہ جو اپنے رب کی قضاء کے اشاروں کو سمجھنے کے باوجود اس کی رحمت سے کبھی مایوس ہونا نہیں جانتے میرے اس بیان کو بخوبی سمجھ جائیں گے۔ پس انکار کے دھوئیں میں گھری ہوئی ایک امید کی شمع ہر دل میں روشن تھی اور آخر تک روشن رہی تاہم کبھی کبھی یہ فکر کا دھواں دم گھونٹنے لگتا تھا۔ دعائیں سب ہونٹوں پر جاری تھیں اور ہر دل اپنے رب کے حضور سجدہ ریز تھا۔

حضرت صاحب پر کبھی غنودگی طاری ہوتی تو کبھی پوری ہوش کے ساتھ آنکھیں کھول لیتے اور اپنی عیادت کرنے والوں پر نظر فرماتے۔ ایک مرتبہ بڑی خفیف آواز میں برادرم ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب کو بھی طلب فرمایا۔ لیکن جیسا کہ مقدر تھا رفتہ رفتہ یہ غنودگی کی کیفیت ہوش کے وقفوں پر غالب آنے لگی اور جوں جوں رات بھیگتی گئی غنودگی بڑھتی رہی۔ اس وقت بھی گو ہماری تشویش بہت بڑھ گئی تھی لیکن یہ تو وہم و گمان بھی نہ تھا کہ حضرت صاحب کی یہ آخری رات ہے جو آپ ہمارے درمیان گذار رہے ہیں۔ تقریباً گیارہ بجے شب میں ذرا ستانے اور ایک لاہور سے تشریف لائے ہوئے مہمان کو گھر چھوڑنے گیا اور عزیزم انس احمد کو تاکید کر گیا کہ اگر ذرا بھی طبیعت میں کمزوری دیکھو تو اسی وقت بذریعہ فون مجھے مطلع کر دو۔

نماز وغیرہ سے فارغ ہو کر بستر پر لیٹے ابھی چند منٹ ہی ہوئے ہوں گے کہ فون کی دل ہلا دینے والی گھنٹی بجنے لگی۔ مجھے فوری طور پر پہنچنے کی تاکید کی جارہی تھی۔ اس وقت جلدی سے وضو کر کے ایک ناقابل بیان کیفیت میں وہاں پہنچا۔ قصر خلافت میں داخل ہوتے ہی مکرم ڈاکٹر مسعود احمد صاحب اور مکرم ڈاکٹر ذکی الحسن صاحب کے پژمردہ چہروں پر نظر پڑی جو باہر برآمدے میں کرسیوں پر بیٹھے تھے۔ حضرت صاحب کے کمرہ میں پہنچا تو اور ہی منظر پایا۔ کہاں احتیاط کا وہ عالم کہ ایک وقت میں دو افراد سے زائد اس کمرہ میں جمع نہ ہوں اور کہاں یہ حالت کہ افراد خاندان سے کمرہ بھرا ہوا تھا۔ حضرت سیدہ امّ متین اور حضرت سیدہ مہر آپا بائیں جانب سرہانے کی طرف اُداسی کے مجسمے بنی ہوئی پٹی کے ساتھ لگی بیٹھی تھیں۔ برادرم حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب دائیں طرف سرہانے کے قریب کھڑے تھے اور حضرت بڑی پھوپھی جان اور حضرت چھوٹی پھوپھی جان بھی چارپائی کے پہلو میں ہی کھڑی تھیں۔ میرے باقی بھائی اور بہنیں بھی جو بھی ربوہ میں موجود تھے سب وہیں تھے اور باقی اعزاء و اقرباء بھی سب اردگرد اکٹھے تھے۔ سب کے ہونٹوں پر دعائیں تھیں اور سب کی نظریں اس مقدس چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔ سانس کی رفتار تیز تھی اور پوری بے ہوشی طاری تھی۔ چہرے پر کسی قسم کی تکلیف یا جدو جہد کے آثار نہ تھے۔ میں نے کسی بیمار کا چہرہ اتنا پیارا اور ایسا معصوم نظر آتا ہوا نہیں دیکھا۔ میں نہیں جانتا کہ اس حالت میں ہم کتنی دیر کھڑے رہے اور سانس کی کیفیت میں وہ کیا تبدیلی تھی جس نے ہمیں غیر معمولی طور پر چونکا دیا۔

اُس وقت مجھے پہلی مرتبہ یہ غالب احساس ہوا کہ گو خدا تعالیٰ قادر مطلق اور حیّ و قیّوم ہے اور ہر آن اپنی تقدیر کو بدل سکتا ہے لیکن وہ تقدیر جس سے ہمارے نادان دل گھبراتے تھے وہ تقدیر آ پہنچی ہے۔ پس اسی وقت میں نے قرآن کریم طلب کیا اور اس مقدس وجود کی روحانی تسکین کی خاطر جس کی ساری زندگی قرآن کریم کے حق اور خدمت میں صرف ہوئی سورۃ یٰسین کی تلاوت شروع کر دی۔ یہ ایک مشکل گھڑی تھی اور سر سے پاؤں تک میرے جسم کا ذرہ ذرہ کانپ رہا تھا۔ اس وقت مجھے صبر کی طنابیں ڈھیلی ہوتی ہوئی محسوس ہوئیں۔ اس وقت میں نے اپنے چاروں طرف سے گھٹی گھٹی سسکیوں کی آوازیں بلند ہوتی ہوئی سُنیں۔ لیکن خدا گواہ ہے کہ ہر سسکی دعاؤں میں لپٹی ہوئی اور ہر دعا آنسوؤں میں بھیگی ہوئی تھی۔ سورۃ یٰسین کی تلاوت کے دوران ہی میں سانس کی حالت اور زیادہ تشویشناک ہو چکی تھی اور تلاوت کے اختتام تک زندگی کی کشمکش کے آخری چند لمحے آ پہنچے تھے۔ میں نے قرآن کریم ہاتھ سے رکھ دیا اور دوسرے عزیزوں کی طرح قرآنی اور دیگر مسنون دعاؤں میں مصروف ہو گیا۔ حضرت صاحب نے ایک گہری اور لمبی سانس لی جیسے معصوم بچے روتے روتے تھک کر لیا کرتے ہیں اور ہمیں ایسا محسوس ہوا جیسے یہ آپ کی آخری سانس ہے۔ اسی وقت میں نے ایک ہومیو پیتھک دوا کے چند قطرے پانی میں ملا کر اپنی تشہد کی انگلی سے قطرہ قطرہ حضرت صاحب کے ہونٹوں میں ٹپکانے شروع کئے اور ساتھ ہی بے اختیار ہونٹوں پر یہ دعا جاری ہو گئی کہ یا حیّ یا قیّوم برحمتك نستغیث اس وقت سانس بند تھے اور جسم ٹھنڈا ہو رہا تھا اور بظاہر زندگی کا رشتہ ٹوٹ چکا تھا لیکن اچانک ہم نے حی و قیوم خدا کا ایک عظیم معجزہ دیکھا۔ مجھے حضرت پھوپھی جان کی بے قرار آواز سنائی دی کہ دیکھو! ابھی پاؤں میں حرکت ہوئی تھی اور ان الفاظ کے ساتھ ہی ہونٹوں پر بھی خفیف سی حرکت ہوئی اور سانس لینے کا سا اشتباہ ہوا۔ معاً شدید کرب اور بے چینی سکینت میں بدل گئے اور ہر طرف سے ’’یا حی و یا قیوم‘‘ کی صدائیں بلند ہونے لگیں اور جوں جوں ہم دعا کرتے رہے حضرت صاحب کے سانس زیادہ گہرے ہوتے چلے گئے یہاں تک کہ وہ ڈاکٹر بھی جو جسم کو بظاہر مردہ چھوڑ کر چلے گئے تھے واپس بلائے گئے اور بڑی حیرت سے اس معجزانہ تبدیلی کا مشاہدہ کرنے گئے۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ حضرت صاحب کی زندگی کا بظاہر جسم کو چھوڑنے کے بعد معجزانہ طور پر پھر واپس لوٹ آنا محض ہمارے دلوں کو سکینت عطا کرنے کی خاطر تھا اور خدا تعالیٰ کی طرف سے گویا ایک فضل و احسان کا پھایہ تھا جو ہمارے قلوب پر رکھا گیا۔

چنانچہ اس کے تقریباً بیس منٹ کے بعد حضرت صاحب کو اپنے آسمانی آقا کا بُلاوا آ گیا۔ اس وقت کا منظر اور کیفیت ناقابل بیان ہے۔ ہم نے آسمان سے صبر اور سکینت کو اپنے قلوب پر نازل ہوتے ہوئے دیکھا اور یوں محسوس ہوا جیسے ضبط و تحمل کی باگ ڈور رحمت کے فرشتوں کے ہاتھوں میں ہے۔ آنکھوں سے آنسو ضرور جاری تھے اور دلوں سے دعائیں بھی بدستور جاری تھیں مگر سب دل کامل طور پر راضی برضا اور سب سر اپنے معبود خالق و مالک کے حضور جھکے ہوئے تھے۔ ہم ٹکٹکی لگا کر اس طرح خدا جانے کب تک اس پیارے چہرے کی طرف دیکھتے رہے۔ جسے موت نے اور بھی زیادہ معصوم اور حسین بنا دیا تھا۔ اس تقدس کے ماحول میں جس کی فضاء ذکر الٰہی سے معمور تھی اور جس کی یاد کبھی فراموش نہیں کی جا سکتی۔ حضرت صاحب کی نعش مبارک نور میں نہائی ہوئی ایک معصوم فرشتے کی طرح پڑی تھی۔ دل بے اختیار یہ کہتا تھا: یٰۤاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ﴿۲۸﴾ ارْجِعِیْۤ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً ﴿۲۹﴾

(روزنامہ الفضل ربوہ 19؍ فروری 1994ء)

DAILY ONLINE ALFAZL LONDON

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION · Download on the App Store · Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

ادارہ کا مضمون نویسوں، تبصرہ و مراسلہ نگاروں کے خیالات اور آراء سے متفق ہونا ضروری نہیں

روزنامہ الفضل کے پہلے صفحہ سے اقتباس بچوں کو پڑھنے کے لئے دیا کریں

(حضرت خلیفۃ المسیح الخامس)

نیشنل مجلس عاملہ فن لینڈ کی حضور انور ایدہ اللہ سے ورچوئل ملاقات مؤرخہ 12/ نومبر 2021ء کے دوران ایک ممبر نے حضور سے سوال کیا کہ

حضور! لوگوں میں حضرت مسیح موعودؑ کی کتب پڑھنے کا شوق کیسے پیدا کیا جائے؟

حضور انور نے فرمایا: مختلف موضوعات پر چھوٹے چھوٹے اقتباس نکال کر ان کو ٹائپ کر کے پرنٹ نکال کے لوگوں میں دیں۔ وہ لوگ جن کو پڑھنے کا شوق ہی نہیں ان کے لیے ایک کتاب کو لگاتار پڑھنا مشکل ہے۔ اگر انہیں اقتباسات دیں گے تو کچھ نہ کچھ اس subject پر توجہ پیدا ہو جائے گی۔ انگلش یا اردو میں ٹائپ کر کے گھروں میں دیا کریں۔ اس سے پھر اگر کتابیں نہیں تو کم از کم اقتباسات ہی پڑھنا شروع کر دیں گے۔ الفضل میں جو اقتباسات آتے ہیں۔ روزنامہ الفضل اور انٹرنیشنل الفضل کے شروع میں ہی پہلے صفحہ پر جو حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے اقتباسات آتے وہی نکال کے ان کو دے دیا کریں۔ اس سے کم از کم کچھ نہ کچھ تو ان لوگوں کو پتا لگ جائے گا۔ باقی آج کل پڑھنے کا رجحان ہی نہیں ہے۔ آج کل تو رجحان یہ ہے کہ سوشل میڈیا پر ہی 30 سیکنڈ کے اندر اندر جو بات کان میں پڑ جائے وہ دیکھ لو یا سن لو۔

(الفضل آن لائن 31/ جنوری 2022ء)

فقہی کارنر

نماز کے بعد تسبیح

ایک صاحب نے (حضرت مسیح موعودؑ سے) پوچھا کہ بعد نماز تسبیح لے کر 33 مرتبہ اللہ اکبر وغیرہ جو پڑھا جاتا ہے۔ آپ اس کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وعظ حسب مراتب ہوا کرتا تھا اور اسی حفظ مراتب نہ کرنے کی وجہ سے بعض لوگوں کو مشکلات پیش آئی ہیں اور انہوں نے اعتراض کر دیا ہے کہ فلاں دو احادیث میں باہم اختلاف ہے حالانکہ اختلاف نہیں ہوتا بلکہ وہ تعلیم بلحاظ محل اور موقعہ کے ہوتی تھی۔ مثلاً ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے پوچھا کہ نیکی کیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہے کہ اس میں یہ کمزوری ہے کہ ماں باپ کی عزت نہیں کرتا۔ آپؐ نے فرمایا کہ نیکی یہ ہے کہ تو ماں باپ کی عزت کر۔ اب کوئی خوش فہم اس سے یہ نتیجہ نکال لے کہ بس اور تمام نیکیوں کو ترک کر دیا جاوے یہی نیکی ہے۔ ایسا نہیں، اسی طرح تسبیح کے متعلق بات ہے۔ قرآن شریف میں تو آیا ہے۔

وَاذۡکُرُوا اللّٰہَ کَثِیۡرًا لَّعَلَّکُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ (الانفال:46) اللہ تعالیٰ کا بہت ذکر کرو تا کہ تم فلاح پاؤ۔ اب یہ وَاذۡکُرُوا اللّٰہَ کَثِیۡرًا نماز کے بعد ہے تو 33 مرتبہ تو کثیر کے اندر نہیں آتا۔ پس یاد رکھو کہ 33 مرتبہ والی بات حسب مراتب ہے، ورنہ جو شخص اللہ تعالیٰ کو سچے ذوق اور لذت سے یاد کرتا ہے، اسے شمار سے کیا کام۔ وہ تو بیرون از شمار یاد کرے گا۔

ایک عورت کا قصہ مشہور ہے کہ وہ کسی پر عاشق تھی۔ اس نے ایک فقیر کو دیکھا کہ تسبیح ہاتھ میں لئے ہوئے پھر رہا ہے۔ اس عورت نے اس سے پوچھا کہ تو کیا کر رہا ہے؟ اس نے کہا کہ میں اپنے یار کو یاد کرتا ہوں۔ عورت نے کہا یار کو یاد کرنا اور پھر گِن گِن کر؟ درحقیقت یہ بات بالکل سچی ہے کہ یار کو یاد کرنا ہو تو پھر گِن گِن کر کیا یاد کرنا ہے اور اصل بات یہی ہے کہ جب تک ذکر الٰہی کثرت سے نہ ہو لذت اور ذوق جو اس ذکر میں رکھا گیا ہے حاصل نہیں ہوتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو 33 مرتبہ فرمایا یہ وہ آنی اور شخصی بات ہو گی۔ کوئی شخص ذکر نہ کرتا ہو گا تو آپؐ نے اسے فرما دیا کہ 33 مرتبہ کر لیا کرو اور یہ جو تسبیح ہاتھ میں لے کر بیٹھتے ہیں یہ مسئلہ بالکل غلط ہے۔ اگر کوئی شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات سے آشنا ہو تو اسے معلوم ہو جائے گا کہ آپؐ نے کبھی ایسی باتوں کا التزام نہیں کیا۔ وہ تو اللہ تعالیٰ کی راہ میں فنا تھے۔

(الحکم 24/ جون 1904ء صفحہ 1)

(مرسلہ: داؤد احمد عابد۔ استاد جامعہ احمدیہ برطانیہ)

ایک سبق آموز بات

درد کا احساس

کائنات عالم کا ہر انسان درد سے آشنا ہے۔ درد کا تجربہ رکھتا ہے مگر پھر بھی کسی کے درد محسوس نہیں کرتا۔ دوسروں کے درد مٹانے والے بن جاؤ۔ اللہ تعالیٰ تمہارے سارے درد مٹا دے گا۔

مرسلہ: شکیل احمد طاہر۔ قادیان

18/ فروری 2023ء	طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ	05:33	18:20
مدینہ منورہ	05:35	18:18
قادیان	05:46	18:17
ربوہ	05:26	17:57
اسلام آباد ٹلفورڈ	05:41	17:23